معارف القرآن

جلد

۷

لقمان، الم سجدہ، احزاب، سبا، فاطر، یٰسٓ، صٰفّٰت، صٓ، زمر
مومن، حٰمٓ سجدہ، شوریٰ، زخرف، دخان، جاثیہ، احقاف
پارہ ۲۱ رکوع ۱۰ تا پارہ ۲۶ رکوع ۴

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مفتی اعظم پاکستان

ادارۃ المعارف کراچی ۱۴

سلسلہ مطبوعات نمبر ... (رجسٹرڈ)

حکومتِ پاکستان کاپی رائٹس رجسٹریشن نمبر ۲۷۴۲

عرضِ ناشر: اگرچہ معارف القرآن کی تصحیح کا اہتمام کیا جاتا ہے، لیکن کبھی کبھی کتابت، طباعت اور جلد بندی میں سہواً غلطی ہو جاتی ہے۔ اگر کسی صاحب کو ایسی کسی غلطی کا علم ہو تو براہِ کرم مطلع فرمائیں۔

ادارۃ المعارف کراچی ۱۴
احاطہ دار العلوم کراچی پوسٹ کوڈ ۷۵۱۸۰
فون: ۵۰۴۹۷۳۳، ۵۰۳۲۰۲۰

باہتمام : محمد مشتاق سنی
طبع جدید : محرم الحرام ۱۴۲۵ھ - مارچ ۲۰۰۴ء
مطبع : احمد پرنٹنگ پریس ناظم آباد کراچی
ناشر : ادارۃ المعارف کراچی، احاطہ دار العلوم کراچی ۱۴
فون : 5032020 ، 5049733
ای میل : i_maarif@cyber.net.pk

ملنے کے پتے:

- ادارۃ المعارف کراچی احاطہ دار العلوم کراچی ۱۴
  فون: 5032020 - 5049733
- مکتبہ معارف القرآن کراچی احاطہ دار العلوم کراچی ۱۴
  فون: 5031566 - 5031565

فہرست مضامین معارف القرآن جلد ہفتم

مضمون	صفحہ
سورۂ لقمان ۳۱	۱۷
آیات ۱ تا ۹	۱۷
وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ	۱۹
لہو و لعب اور اس کے سامان کے شرعی احکام	۲۱
فحش ناول اور اشعار اور اہلِ باطل کی کتابیں دیکھنا جائز نہیں	۲۳
کھیلوں کے سامان کی خرید و فروخت	۰
مباح اور جائز کھیل	۰
ممنوع و ناجائز کھیل	۲۴
غناء و مزامیر کے احکام	۲۵
ضروری تنبیہ	۲۶
بغیر مزامیر کے خوش آوازی سے مفید اشعار پڑھنا ممنوع نہیں	۲۷
آیات ۱۰ و ۱۱	۲۷
وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ	۳۴
حضرت لقمان نبی نہیں ولی تھے	۰
وہ حکمت جو حضرت لقمان کو دی گئی	۳۵
والدین کی اطاعت فرض ہے مگر خلافِ شرع امور میں کسی کی اطاعت جائز نہیں	۳۶
اسلام کا بے نظیر قانونِ عدل	۳۷
لقمان کی دوسری وصیت متعلقہ عقائد	۳۸
تیسری وصیت متعلقہ اصلاحِ عمل	۰
چوتھی وصیت متعلقہ اصلاحِ خلق	۰
پانچویں وصیت متعلقہ آدابِ معاشرت	۰
آیات ۲۰ تا ۳۲	۴۰
آیات ۳۲ و ۳۳	۴۹
اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ	۵۲
پانچ چیزوں کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں	۰
مسئلہ علمِ غیب	۰
ایک شبہ اور جواب	۵۳
مسئلہ علمِ غیب کے متعلق اہم فائدہ	۵۴
فوائد متعلقہ الفاظِ آیت	۵۵
سورۂ السجدۃ ۳۲	۵۷
آیات ۱ تا ۳	۵۷
آیات ۴ تا ۹	۵۹
روزِ قیامت ایک ہزار سال کا	۶۱
دنیا کی ہر چیز اپنی ذات میں اچھی ہے، برائی اس کے غلط استعمال سے آتی ہے۔	۰
	۰
تخلیقِ انسانی تمام مخلوقات میں حسین تر ہے۔	۶۲
آیات ۱۰ تا ۲۲	۰
قبضِ روح اور ملک الموت کے متعلق کچھ تفصیلات	۶۷
کیا جانوروں کی روح بھی ملک الموت قبض کرتے ہیں	۰

مضمون	صفحہ
نماز تہجد	۶۹
دنیا کے مصائب بھی اللہ کی طرف رجوع ہونے والوں کے لئے رحمت ہیں۔	۷۰
بعض جرائم کی سزا دنیا میں بھی ملتی ہے اور آخرت کی سزا اس کے علاوہ ہے۔	۷۱
آیات ۲۳ تا ۳۰	״
کسی قوم کا مقتدار رہنے کے لئے دو شرطیں	۷۳
زمین کی آبپاشی کا قدرتی نظام عجیب	۷۵
سورۃ الاحزاب	۷۷
آیات ۱ تا ۳	״
شان نزول	۷۸
آنحضرتؐ کو کفار کے مشوروں پر عمل سے ممانعت	۷۹
آیات ۴ و ۵	۸۲
زمانۂ جاہلیت کی تین رسوم کی تردید	۸۳
آیت ۶	۸۵
النبی اولیٰ بالمؤمنین کی تفسیر	۸۷
واولوا الارحام بعضہم اولیٰ ببعض کی تفسیر	۸۸
آیات ۷ و ۸	۸۹
میثاق انبیاء	۹۰
آیات ۹ تا ۲۷	״
غزوۂ احزاب کا واقعہ	۱۰۰
سیاست کے اکھاڑے میں جھوٹ	۱۰۱
اللہ کے حلم وکرم کا اعجوبہ	״
مدینہ منورہ پر سب سے بڑا حملہ	۱۰۲
مسلمانوں کی جنگی تیاری کے تین رکن: ۱۔ اللہ پر توکل، باہمی مشورہ، مادی وسائل بقدر وسعت	״
خندق کی کھدائی	״
اسلامی لشکر کی تعداد	۱۰۳
پندرہ برس کی عمر میں لڑکا بالغ سمجھا جائے گا	״
انتظامی امتیازات وحدت اسلامی کے منافی نہیں	״

مضمون	صفحہ
خندق کی کھدائی کی تقسیم پوری فوج پر	۱۰۳
صلاحیت کار میں مقامی اور غیر مقامی کا امتیاز	۱۰۴
ایک عظیم معجزہ	״
قدرت کی تنبیہات	״
منافقین کی طعنہ زنی اور مسلمانوں کا یقین ایمانی	۱۰۵
بڑوں کو چھوٹوں کی تکلیف ومصیبت میں شامل رہنے کی ہدایت	۱۰۶
مشکلات سے رہائی کا نسخہ	״
صحابۂ کرام کا ایثار	״
ساڑھے تین میل لمبی خندق کی کھدائی چھ روز میں	۱۰۷
حضرت جابرؓ کی دعوت اور ایک کھلا ہوا معجزہ	״
یہود بنی قریظہ کی عہد شکنی	۱۰۸
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جنگی تدبیر	۱۰۹
حضرت سعدؓ کی غیرت ایمانی	۱۱۰
ان کا زخمی ہونا اور دعاء مقبول	״
غزوۂ احزاب میں چار نمازوں کی قضا	۱۱۲
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء	״
فتح کے اسباب کا آغاز	״
نعیم بن مسعودؓ کی جنگی تدبیر	״
حضرت حذیفہؓ کا دشمن کے لشکر میں ایک عجیب واقعہ	۱۱۴
آئندہ کفار کے حوصلے پست ہو جائیں گے	۱۱۶
تنبیہ	״
غزوۂ بنو قریظہ	״
اجتہادی اختلاف میں کوئی جانب گناہ نہیں ہوتی	۱۱۷
کعب رئیس بنو قریظہ کی ایک تقریر	״
حضرت سعدؓ کا زخم اور وفات	۱۱۸
احسان کے بدلے اور غیرت قومی کے دو عجیب نمونے	۱۱۹

مضمون	صفحہ
تنبیہ	۱۲۰
آیات ۲۸ تا ۳۴ ۲۲	۱۲۱
ازواج مطہرات کو چند ہدایات	۱۲۶
طلاق کے متعلق چند مسائل (فائدہ)	۱۲۸
ازواج مطہراتؓ کی خصوصیت، ہر عمل کا دوہرا ثواب	״
فائدہ	۱۲۹
عالم کو جس طرح نیک عمل کا ثواب زیادہ ملتا ہے گناہ پر عذاب بھی زیادہ ہوتا ہے،	۱۳۰
ازواج مطہراتؓ کو خاص ہدایات	״
کیا ازواج مطہراتؓ سارے عالم کی عورتوں سے افضل ہیں؟	۱۳۱
عورت کی آواز ستر میں داخل نہیں	۱۳۲
عورتوں کو مکمل پردہ کرنے کی ہدایت	״
پردہ سے استثنائی صورتیں	۱۳۳
حضرت عائشہؓ کا سفر بصرہ اور جنگ جمل پر روافض کے ہفوات کا جواب	۱۳۵
ازواج مطہرات کو ہدایات کا سلسلہ، پانچوں ہدایات سب مسلمانوں کو عام ہیں۔	۱۳۸
لیذہب عنکم الرجس اہل البیت	۱۳۹
اہل بیت میں کون لوگ داخل ہیں؟	״
صحابہ پر احادیث رسولؐ کی تبلیغ واجب ہے	۱۴۱
حدیث رسولؐ کی حفاظت قرآن کی طرح	״
آیت ۳۵	۱۴۲
قرآن کے عام خطابات مردوں کو ہیں عورتیں ان میں ضمناً شامل ہیں اس کی حکمت	۱۴۳
ذکر اللہ کی کثرت کا حکم اور اس کی حکمت	۱۴۴
آیات ۳۶ تا ۳۹	۱۴۵
واقعہ نزول آیات	۱۴۸
ایک لطیفہ	״

مضمون	صفحہ
نکاح میں نسبی کفاءت کا درجہ	۱۵۰
مسئلہ کفاءت	۱۵۱
نزول آیات کا ایک اور واقعہ، وتخفی فی نفسک کی تفسیر	۱۵۲
لوگوں کی طعن وتشنیع سے بچنے کا اہتمام اس حد تک کہ کسی حکم شرعی کے خلاف نہ ہو	۱۵۵
مخالفین کے شبہات کا جواب	۱۵۶
انبیاء کے لئے تعدد ازواج کی ایک حکمت	۱۵۷
ایک اشکال اور جواب	״
آیت ۴۰	۱۵۸
آیت خاتم النبیین کی تفسیر	۱۶۰
مسئلہ ختم نبوت	۱۶۳
ختم نبوت نزول عیسیٰؑ کے منافی نہیں	۱۶۴
نبوت میں ظلی بروزی کی ایجاد تحریف ہے	۱۶۵
آنحضرتؐ کے بعد دعویٰ نبوت کفر ہے	۱۶۸
آیات ۴۱ تا ۴۸	۱۷۰
ذکر اللہ ایسی عبادت ہے جس کے لئے کوئی شرط نہیں، اسی لئے بکثرت کرنے کا حکم ہے	۱۷۳
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص صفات شاہد، داعی، مبشر، نذیر اور ان کی تحقیق	۱۷۶
آیت ۴۹	۱۷۹
طلاق کے بعض مسائل	۱۸۰
طلاق کے وقت متعہ یعنی لباس کی تفصیل	۱۸۱
حسن معاشرت کی بے نظیر تعلیم	״
آیات ۵۰ تا ۵۲	۱۸۲
آنحضرتؐ کی بعض خصوصیات متعلقہ نکاح وازواج	۱۸۶
آنحضرتؐ کا تعدد ازدواج	۱۹۳
آیات ۵۳ تا ۵۵	۱۹۶

مضمون	صفحہ
بعض آداب معاشرت	۱۹۸
دعوت طعام اور مہمانی کے بعض آداب	”
مہمان کے لئے ادب	۱۹۹
مہمان کا اکرام	”
عورتوں کو پردہ کا حکم	۲۰۰
پردۂ نسواں کی خاص اہمیت	”
آیات پردہ اور ان کا شان نزول	”
ازواج مطہراتؓ آپ کے بعد کسی سے نکاح نہیں کر سکتیں	۲۰۲
احکام حجاب اور انسداد فواحش کا اسلامی نظام	۲۰۴
انسداد جرائم کے لئے اسباب جرائم پر پابندی	۲۰۵
تنبیہ ضروری	۲۰۷
نزول حجاب کی تاریخ	۲۰۹
حجاب اور ستر عورت میں فرق	۲۱۱
پردۂ شرعی کے درجات اور احکام	۲۱۳
پہلا درجہ گھروں کے اندر مستور رہنا	۲۱۴
ازواج مطہراتؓ کے قلوب میں آپؐ کی عظمت اور عقیدت	۲۱۵
پردہ کا دوسرا درجہ (برقعہ)	۲۱۷
تیسرا درجہ چہرہ اور قدمین کا استثناء، اور اس میں اختلاف فقہاء	”
آیت اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ کی تفسیر	۲۲۰
صلوٰۃ و سلام کے معنی	۲۲۱
ایک شبہ کا جواب	۲۲۲
صلوٰۃ و سلام کا طریقہ	۲۲۳

مضمون	صفحہ
مذکورہ طریقہ صلوٰۃ و سلام کی حکمت	۲۲۴
صلوٰۃ و سلام کے احکام شرعیہ	”
آیات ۵۷ تا ۵۸	۲۲۶
ایذاء رسول کفر ہے اس سے بچنے کی ہدایت	۲۲۹
کسی مسلمان کو بغیر وجہ شرعی دکھ پہونچانا حرام ہے	”
آیات ۵۹ تا ۶۲	۲۲۹
منافقین کی طرف سے ایذاء رسول اور اس کے انسداد کا حکم	۲۳۲
تنبیہ ضروری	۲۳۳
مرتد کی سزا اسلام میں قتل ہے	”
آیات ۶۳ تا ۷۱	۲۳۵
انبیاء ایسے جسمانی عیوب میں بھی مبتلا نہیں ہوتے جو باعث نفرت ہوں	۲۳۰
زبان کی اصلاح دوسرے تمام اعضاء کی اصلاح کا مؤثر ذریعہ ہے۔	۲۳۱
قرآنی احکام میں سہولت کا خاص اہتمام	”
آیت ۷۲ و ۷۳	۲۴۲
اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ کی تفسیر	۲۴۲
امانت کی تعریف	۲۴۳
آسمان و زمین پر امانت پیش کرنے کا مطلب	۲۴۵
عرض امانت اختیاری تھا جبری نہیں	۲۴۶
عرض امانت کا واقعہ کب ہوا	۲۴۷
خلافت الٰہی کیلئے بار امانت اٹھانے کی صلاحیت ضروری تھی	۲۴۸

سُورَۃُ سَبَا ۳۴

مضمون	صفحہ
آیت ۱ و ۲	۲۵۰
آیات ۳ تا ۹	۲۵۱
آیات ۱۰ تا ۱۴	۲۵۶
حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ پہاڑوں کی تسبیح حقیقی تھی آواز کی بازگشت نہ تھی۔	۲۶۰

مضمون	صفحہ
حضرت داؤد علیہ السلام کو زرہ سازی کی صنعت کی تعلیم اور لوہے کو نرم کرنے کا معجزہ	۲۶۱
صنعت و حرفت کی فضیلت	۲۶۲
صنعت پیشہ لوگوں کو حقیر سمجھنا گناہ ہے	”
حضرت داؤد علیہ السلام کو صنعت زرہ سازی سکھانے کی حکمت	”
خلیفۂ وقت اور دینی خدمات کرنیوالے علماء اور مجاہدین کو بیت المال سے اپنا گذارہ لینا جائز ہے۔	۲۶۳
لوگوں سے اپنے عیوب کی تحقیق کرنا	۲۶۴
حضرت سلیمان علیہ السلام کا ہوائی سفر	”
تسخیر جنات کا مسئلہ	۲۶۵
سلیمان علیہ السلام کے لئے جنات سے اعمال عجیبہ	۲۶۷
مساجد میں محراب کی جگہ کو مستقل کمرہ بنانیکا حکم	۲۶۸
شریعت اسلام میں جاندار کی تصویر بنانا حرام ہے	۲۶۹
حرمت تصویر پر ایک عام شبہ اور اس کا جواب	”
فوٹو کی تصویر بھی تصویر ہی ہے	۲۷۱
شکر کی حقیقت اور اس کے احکام	۲۷۲
حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت کا عجیب واقعہ	۲۷۳
تعمیر بیت المقدس کا واقعہ	۲۷۵
قوم سبا اور ان پر اللہ کے خاص انعامات	۲۷۹
سیل عرم اور سد مآرب کا واقعہ	۲۸۱
قوم سبا کا زمانہ	۲۸۳
اصل عذاب آخرت کا فروں ہی کے لئے ہے	۲۸۵
قوم سبا کی بربادی	۲۸۶
بحث و مناظرہ میں مخاطب کی رعایت	۲۹۲

مضمون	صفحہ
اشتعال انگیزی سے پرہیز	۲۹۲
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تمام دنیا کے لئے عام ہے	۲۹۳
دنیاوی دولت و عزت کو عند اللہ فضیلت سمجھنا قدیم شیطانی فریب ہے	۲۹۸
مال و اولاد کی کثرت اللہ کے نزدیک مقبولیت کی علامت نہیں بلکہ بعض اوقات یہی عذاب ہوتا ہے۔	۳۰۰
انسان اپنا مال اور قوت و طاقت جو کچھ خرچ کرتا ہے اللہ تعالیٰ غیب سے اس کا بدل دیدیتے ہیں	۳۰۲
جو خرچ خلاف شرع ہو اس کے بدل کا وعدہ نہیں	۳۰۳
جس چیز کا دنیا میں خرچ کم ہو جاتا ہے اس کی پیداوار بھی کم ہو جاتی ہے	”
کفار مکہ کو دعوت حق کا ایک خاص انداز	۳۱۰
وَاُخِذُوْا مِنْ مَّکَانٍ قَرِیْبٍ کا مطلب	۳۱۳
ختم سورۂ سبا	۳۱۴

سُورَۃُ فَاطِر ۳۵

مضمون	صفحہ
	۳۱۵
اُولِیْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ	۳۱۷
یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ میں زیادت کیا مراد ہے	”
مَا یَفْتَحِ اللّٰہُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ کی تفسیر	”
اللہ پر توکل سب مصائب سے نجات ہے	۳۱۸
کلمات طیبہ کا اللہ کی طرف صعود اور اس کے اسباب و شرائط	۳۲۶
انسان کی عمر میں کمی یا زیادتی کا مطلب	۳۲۷

مضمون	صفحہ
قیامت کے روز کوئی کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا	۳۳۳
ربط آیات	۳۳۵
اختلاف الوان میں کمالِ قدرت	۳۳۶
اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا	"
اصطلاحِ قرآن میں عالم کی تعریف اور یہ کہ حروف وکلمات کے معنی جاننے والا عالم نہیں کہلاتا	۳۳۷
علماء کی چند علامات وصفات	۳۴۲
اعمال صالحہ کی مثال تجارت سے	۳۴۳
قرآن کے وارث اللہ کے مقبول بندے	۳۴۴
اُمتِ محمدیہ خصوصًا اس کے علماء کی خاص فضیلت	۳۴۵
اُمتِ محمدیہ کی تین قسمیں	"
ایک شبہ اور اس کا جواب	۳۴۶
نیک صحبت کی تلاش وتمنا	"
علماء اُمتِ محمدیہ کی عظیم فضیلت	۳۴۷
مردوں کے لئے سونے کا زیور اور ریشمی کپڑا جنت میں حلال دنیا میں حرام	۳۴۹
دنیا غموں فکروں کا گھر ہے اُن سے نجات جنت ہی میں ہوگی۔	۳۵۰
جنت کی چند خصوصیات	"
اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ	۳۵۱
وہ کونسی عمر ہے جو انسان پر اللہ کی حجت تمام کردیتی ہے ؟	"
هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰۗىِٕفَ فِي الْاَرْضِ	۳۵۴
عبرت ونصیحت	"
لَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ	۳۵۷
بری تدبیر اپنے ہی گلے کا ہار بنتی ہے۔	"

مضمون	صفحہ
سورۂ یٰسٓ ۳۶	۳۵۹
سورۂ یٰسٓ کے فضائل	۳۶۲
مسئلہ: کسی شخص کا نام یٰسٓ رکھنا	۳۶۴
جس طرح نیک وبد اعمال لکھے جاتے ہیں اسی طرح اعمال کے اثرات ونتائج بھی۔	۳۶۵
وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ	۳۷۲
بستی کونسی ہے۔	"
اِذْ جَاۗءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ میں اصطلاحی رسول مراد ہیں یا عام قاصد	۳۷۳
رَجُلٌ يَّسْعٰى کی تحقیق اور اس کا قصہ	۳۷۴
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کی بعثت سے پہلے ایمان لانیوالے تین حضرات کا ذکر	۳۷۵
مبلّغین اسلام کے لئے اہم ہدایت	۳۷۷
آیات ۳۳ تا ۴۴	۳۷۹
نباتات کی پیداوار میں انسان کے عمل کو دخل نہیں	۳۸۳
انسانی غذا اور حیوانات کی غذا میں خاص فرق	"
خَلَقَ الْاَزْوَاجَ کی تفسیر	۳۸۴
وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا کی مفصل تحقیق	۳۸۵
آفتاب کے زیر عرش سجدہ کرنے کی تحقیق	۳۸۷
فائدہ: شمس وقمر متحرک ہیں	۳۹۳
منازلِ قمر	"
قرآن میں ہوائی جہاز کا ذکر	۳۹۴
آیات ۴۵ تا ۴۷	"
اللہ کا رزق بعض کو بالواسطہ ملنے کی حکمت	۳۹۶
آیات ۴۸ تا ۶۸	۳۹۷
قیامت میں اعضاء کے بولنے کی تحقیق	۴۰۲

مضمون	صفحہ
وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ کی تفسیر	۴۰۴
آیات ۶۹ تا ۷۵	۴۰۶
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شعر وشاعری کی نفی کا مطلب	۴۰۷
اشیاء پر ملکیت کی اصل علت سرمایہ ومحنت نہیں بلکہ عطائے خداوندی ہے۔	۴۰۹
آیات ۷۶ تا ۸۳	۴۱۰
جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا پر بحث	۴۱۲
ختم سورۂ یٰسٓ	۴۱۳
سورۃ الصّٰفّٰت ۳۷	
آیات ۱ تا ۱۰	۴۱۴
مضامین سورت	۴۱۵
پہلا مضمون توحید	۴۱۶
نظم وضبط دین میں مطلوب ہے	۴۱۷
نماز میں صف بندی اور اس کی اہمیت	"
فرشتوں کی قسم کھانے کی حکمت	۴۱۸
حق تعالیٰ کا قسم کھانا اور اس کے احکام وغیرہ	"
"شہاب ثاقب" پر اجمالی کلام	۴۲۱
مقصدِ اصلی	۴۲۲
آیات ۱۱ تا ۱۸	۴۲۳
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا ثبوت	۴۲۶
آیات ۱۹ تا ۲۶	۴۲۷
آیات ۲۷ تا ۳۰	۴۳۰
آیات ۳۱ تا ۶۱	۴۳۲
ایک جنتی اور اس کا کافر ملاقاتی	۴۳۷

مضمون	صفحہ
بری صحبت سے بچنے کی تعلیم	۴۳۸
مومن کے خاتمہ پر تعجب	۴۳۹
آیات ۶۲ تا ۷۴	"
زقوم کی حقیقت	۴۴۱
كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ کا مطلب	۴۴۲
آیات ۷۵ تا ۸۲	"
وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ	۴۴۳
آیات ۸۳ تا ۹۸	۴۴۵
ستاروں پر نگاہ ڈالنے کا مقصد	۴۴۸
علم نجوم کی شرعی حیثیت	۴۴۹
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیماری کا مطلب	۴۵۲
توریہ کا شرعی حکم	۴۵۳
آیات ۹۹ تا ۱۱۳	"
بیٹے کی قربانی کا واقعہ	۴۵۷
وحی غیر متلو کا ثبوت	۴۵۹
ذبیح حضرت اسمٰعیلؑ تھے یا حضرت اسحٰقؑ	۴۶۲
آیات ۱۱۴ تا ۱۲۲	۴۶۷
آیات ۱۲۳ تا ۱۳۲	۴۶۸
حضرت الیاسؑ کون تھے	۴۶۹
بعثت کا زمانہ اور مقام	۴۷۰
قوم کے ساتھ کشمکش	"
حیاتِ الیاس علیہ السلام کی تحقیق	۴۷۲
غیر اللہ کی طرف تخلیق کی صفت منسوب کرنا جائز نہیں۔	۴۷۴
آیات ۱۳۳ تا ۱۳۸	۴۷۵
آیات ۱۳۹ تا ۱۴۸	۴۷۶

مضمون	صفحہ
قرعہ اندازی کا حکم	۴۷۸
تسبیح و استغفار سے مصائب دور ہوتے ہیں	۴۷۹
مرزا قادیانی کی تلبیس کا جواب	۴۸۰
آیات ۱۴۹ تا ۱۶۶	۴۸۱
تفسیر آیات	۴۸۳
ہٹ دھرمی کے وقت الزامی جواب	۴۸۴
آیات ۱۶۷ تا ۱۷۹	۴۸۵
اللہ والوں کے غلبہ کا مطلب	۴۸۷
آیات ۱۸۰ تا ۱۸۲	۴۸۸
ختم سورت	۴۸۹
سورۂ ص پ۲۳	
آیات ۱ تا ۱۶	۴۹۰
واقعۂ شانِ نزول	۴۹۳
آیات ۱۷ تا ۲۰	۴۹۵
داؤد علیہ السلام کے لئے تسخیر جبال	۴۹۶
نمازِ ضحیٰ (اشراق، چاشت)	۴۹۷
زورِ بیان اور قوتِ خطابت بھی ایک نعمت ہے	〃
آیات ۲۱ تا ۲۵	۴۹۸
حضرت داؤد علیہ السلام کا ایک امتحان	۴۹۹
واقعۂ امتحان میں مفسرین کے دو طریقے	〃
واقعۂ امتحان میں یہودیوں کی خرافات اور اس کی تردید	۵۰۰
طبعی خوف نبوت یا ولایت کے منافی نہیں	۵۰۲
لوگوں کی بے قاعدگی پر حقیقتِ حال کے منکشف ہونے تک صبر کرنا چاہئے۔	〃
بڑے لوگوں کو اہلِ حاجت کی غلطیوں پر صبر کرنے کی تلقین	۵۰۳
کسی قسم کے دباؤ سے ہدیہ یا چندہ طلب کرنا غصب کے حکم میں ہے	۵۰۴
شرکت کے معاملات میں احتیاط کی ہدایت	۵۰۵
سجدۂ تلاوت نماز میں رکوع سے بھی ادا ہو جاتا ہے	۵۰۶
سجدۂ تلاوت کے متعلقہ مسائل	〃
کسی کو غلطی پر متنبہ کرنے کے لئے طریقۂ حکمت	〃
آیت ۲۶	۵۰۷
حضرت داؤد علیہ السلام کو حکومت و سیاست کے لئے چند بنیادی اصول کی ہدایت	〃
اسلامی ریاست کا بنیادی کام اقامتِ حق ہے	۵۰۸
عدلیہ اور انتظامیہ کا رشتہ	〃
ذمہ داری کا عہدہ سپرد کرنے کے لئے سب سے پہلے قابلِ نظر انسان کا کردار ہے۔	۵۰۹
آیات ۲۷ تا ۲۹	〃
آیات کی لطیف ترتیب	۵۱۰
آیات ۳۰ تا ۳۳	۵۱۱
حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعہ، گھوڑوں کا معائنہ اور اس کی تشریح میں دو قول	۵۱۲
سورج کی واپسی کا قصہ ثابت نہیں	۵۱۴
خدا کی یاد میں غفلت پر اپنے نفس کو سزا	〃
ریاست کے کاموں کی نگرانی امیر کو خود کرنا چاہئے	〃
ایک عبادت کے معین وقت میں دوسری عبادت میں اشتغال غلطی ہے۔	۵۱۵
حضرت سلیمانؑ کی ایک اور آزمائش	〃

مضمون	صفحہ
آزمائش کا قصہ قرآن نے مجمل رکھا ہے اسے مجمل ہی رہنا چاہئے۔	۵۱۵
اسرائیلی غلط روایات کی تردید	۵۱۶
آیات ۳۵ تا ۴۰	۵۱۷
مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ کی تفسیر	۵۱۸
حکومت و اقتدار کی دعاء	۵۱۹
آیات ۴۱ تا ۴۴ واقعہ ایوب علیہ السلام	〃
حضرت ایوبؑ کے مرض کی نوعیت	۵۲۲
شرعی حیلہ کی حیثیت اور درجہ	〃
کسی نامناسب کام کی قسم کھالے تو قسم توڑ دے اور کفارہ قسم ادا کرے۔	۵۲۳
آیات ۴۵ تا ۶۴	〃
فکرِ آخرت انبیاء کا امتیازی وصف ہے	۵۲۶
حضرت الیسع علیہ السلام	〃
زوجین کی عمروں میں تناسب کی رعایت بہتر ہے	۵۲۷
آیات ۶۵ تا ۸۸	〃
تکلف اور تصنع مذموم ہے۔	۵۳۲
سورۃ الزمر پ۲۳	
آیات ۱ تا ۶	۵۳۳
اعمال کی مقبولیت بقدر اخلاص ہے	۵۳۶
پہلے زمانہ کے کفار بھی آج کے کفار سے بہتر تھے	۵۳۷
چاند سورج دونوں حرکت کرتے ہیں	۵۳۸
تخلیقِ انسانی میں حکمتِ تدریج	〃
آیات ۷ تا ۱۰	۵۳۹
کوئی اچھی یا بری چیز اللہ کے ارادے کے بغیر وجود میں نہیں آتی مگر رضائے الٰہی کا تعلق صرف اچھی چیزوں سے ہے۔	۵۴۲
صبر کا ثواب بے حساب ملے گا۔	۵۴۳
آیات ۱۱ تا ۲۰	۵۴۴
يَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اتباعِ احسن کی تشریح	۵۴۶
آیات ۲۱ تا ۲۳	۵۴۸
پانی کی حفاظت اور آب رسانی کا عجیب نظامِ قدرت	۵۴۹
شرحِ صدر کی علامت	۵۵۰
آیات ۲۴ تا ۲۸	۵۵۲
آیات ۲۹ تا ۳۵	۵۵۳
محشر کی عدالت میں مظلوم کا حق ظالم سے وصول کرنے کی صورت	۵۵۶
ظالم کے سارے اعمال اصحاب حقوق کو دیدیئے جاویں گے مگر ایمان نہیں دیا جائے گا۔	۵۵۷
آیات ۳۶ تا ۴۱	〃
ایک اہم عبرت و نصیحت	۵۶۰
آیات ۴۲ تا ۴۵	〃
موت اور نیند دونوں میں قبضِ روح اور دونوں میں فرق۔	۵۶۲
آیات ۴۶ تا ۵۲	۵۶۳
قبولیتِ دعاء کے لئے ایک عمل مجرب	۵۶۶
مشاجراتِ صحابہ	〃
آیات ۵۳ تا ۶۱	۵۶۷
آیات ۶۲ تا ۶۷	۵۷۱
آسمان و زمین کے خزانوں کی کنجیاں	۵۷۲
آیات ۶۸ تا ۷۵	۵۷۳

مضمون	صفحہ
سُورَۂ مُؤمِن پ ۲۴	
آیات ۱ تا ۹	۵۷۸
سورۂ مؤمن کی خصوصیات و فضائل	۵۸۱
ہر بلا سے حفاظت	//
دشمن سے حفاظت	*
ایک عجیب واقعہ	۵۸۲
ان آیات کی تاثیر اصلاحِ خلق میں	//
فاروق اعظمؓ کی نصیحت مصلحین کے لئے	//
تنبیہ	۵۸۳
مسلمانوں کے سب سے زیادہ خیر خواہ فرشتے ہیں	۵۸۴
آیات ۱۰ تا ۲۲	۵۸۵
آیات ۲۳ تا ۴۶	۵۹۱
مؤمن آلِ فرعون میں کون تھا	۵۹۹
قیامت کو یوم التناد کہنے کی وجہ	۶۰۰
آیتِ قرآن سے عذابِ قبر کا ثبوت	۶۰۳
آیات ۴۷ تا ۶۰	۶۰۴
دعاء کی حقیقت اور شرطِ قبولیت	۶۱۰
فضائلِ دعاء	۶۱۱
قبولیتِ دعاء کا وعدہ	۶۱۲
قبولیتِ دعاء کی شرائط	*
آیات ۶۱ تا ۶۸	۶۱۳
آیات ۶۹ تا ۷۸	۶۱۶
آیات ۷۹ تا ۸۵	۶۲۰
سُورَۂ حٰمٓ سَجدَۃ پ ۲۴	
آیات ۱ تا ۸	۶۲۳
آنحضرتؐ کیساتھ کفارِ مکہ کی پیشکش اور آپ کا جواب	۶۲۷
منکرین کے انکار کا پیغمبرانہ جواب	۶۳۰
کفار فروعِ اعمال کے مکلف ہیں یا نہیں ؟	۶۳۱
اس میں اختلافِ فقہاء	
آیات ۹ تا ۱۲	۶۳۲
آسمان و زمین کی تخلیق میں ترتیب اور ایامِ تخلیق کی تعیین	۶۳۴
آیات ۱۳ تا ۲۵	۶۳۹
انسان کے اعضاء و جوارح کی محشر میں گواہی	۶۴۵
آیات ۲۶ تا ۲۹	۶۴۶
تلاوتِ قرآن کے وقت خاموش ہو کر سننا واجب ہے	۶۴۷
آیات ۳۰ تا ۳۶	۶۴۸
استقامت کے معنی	۶۵۰
جنت کی نعمتیں ــــــ احادیث	۶۵۲
آیات ۳۷ تا ۳۹	۶۵۳
اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدہ کرنا جائز نہیں	۶۵۴
آیات ۴۰ تا ۴۶	۶۵۵
کفر کی ایک خاص قسم الحاد، تعریف اور احکام	۶۵۸
"متأوّل کو کافر نہیں کہنا چاہیے" اس کے بارے میں ایک مغالطہ کا ازالہ	۶۵۹
اس زمانہ میں کفر و الحاد کی گرم بازاری	۶۶۰
کتاب اللہ کی حفاظت اللہ کی طرف سے	۶۶۱
آیات ۴۷ تا ۵۴	۶۶۳
سُورَۂ الشُّورٰی پ ۲۵	
آیات ۱ تا ۱۲	۶۶۹

مضمون	صفحہ
آیات ۱۳ تا ۱۵	۶۷۴
حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے کفر و شرک نہیں تھا	۶۷۷
اقامتِ دین فرض اور اس میں تفرق حرام ہے	۶۷۸
ائمہ مجتہدین کے فروعی اختلافات تفرق ممنوع میں داخل نہیں	۶۷۹
آیت کے دس احکام	۶۸۰
آیات ۱۶ تا ۲۰	۶۸۲
شکرِ نعمت (حاشیہ) قلب پر مرض کا حملہ اور اس سے افاقہ	۶۸۵
رزق کی تنگی سے حفاظت کے لئے ایک مجرب عمل	۶۸۷
آیات ۲۱ تا ۲۳	*
آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و محبت کا مسئلہ	۶۹۱
آیات ۲۴ تا ۲۶	۶۹۲
توبہ کی حقیقت	۶۹۵
آیات ۲۷ تا ۳۵	*
شانِ نزول اور ربط	۶۹۸
دنیا میں دولت کی فراوانی فساد کا سبب ہے	//
جنت اور دنیا کا فرق	۷۰۰
فائدہ	۷۰۱
آیات ۳۶ تا ۴۳	۷۰۲
نعیمِ آخرت کے حصول کے لئے شرائط	۷۰۳
مشورہ کی اہمیت اور اس کا طریقہ	۷۰۶
عفو و انتقام میں معتدل فیصلہ	۷۰۷
آیات ۴۴ تا ۵۰	۷۰۸
آیات ۵۱ تا ۵۳	۷۱۲
بشر سے اللہ تعالیٰ کے کلام کرنے کی تین صورتیں	۷۱۳
سُورَۃُ الزُّخرُف پ ۲۵	
آیات ۱ تا ۲۵	۷۱۶
سفر کی دعائیں	۷۲۳
آیات ۲۶ تا ۳۰	۷۲۴
ظنِ سوء سے بچنے کے لئے اظہارِ برأت	۷۲۵
آیات ۳۱ تا ۳۲	۷۲۶
شانِ نزول	۷۲۷
تقسیمِ معیشت کا قدرتی نظام	۷۲۸
معاشی مساوات کی حقیقت	۷۲۹
اسلامی مساوات کا مطلب	۷۳۲
آیات ۳۳ تا ۳۵	۷۳۳
مال و دولت کی زیادتی فضیلت کا سبب نہیں ہے	۷۳۴
آیات ۳۶ تا ۴۵	۷۳۵
یادِ خدا سے اعراض بُری صحبت کا اثر ہے	۷۳۷
نیک شہرت بھی دین میں پسندیدہ ہے	۷۳۸
انبیاء کے صحیفوں میں توحید کی تعلیم	۷۳۹
آیات ۴۶ تا ۶۵	*
وَلَمَّا ضُرِبَ ابنُ مَریَمَ مَثَلًا کی شانِ نزول میں متعدد روایات	۷۴۵
آیات ۶۶ تا ۷۷	۷۴۷
دوستی درحقیقت وہی ہے جو اللہ کے لئے ہو	۷۴۹
آیات ۷۸ تا ۸۹	۷۵۰
وَقُل سَلٰمٌ	۷۵۴

مضمون	صفحہ
سورۃ الدخان ۴۴	
آیات ۱ تا ۹	۷۵۵
فضیلت سورۂ دخان	۷۵۶
آیات ۱۰ تا ۱۶	۷۵۸
دخان سے کیا مراد ہے	۷۶۰
آیات ۱۷ تا ۳۳	۷۶۴
زمین وآسمان کا رونا	۷۶۷
آیات ۳۴ تا ۴۲	۷۶۸
قوم تبع کا واقعہ	۷۷۰
آیات ۴۳ تا ۵۹	۷۷۱
سورۃ الجاثیۃ ۴۵	
آیات ۱ تا ۱۵	۷۷۵
شانِ نزول	۷۸۰
آیات ۱۶ تا ۲۰	۷۸۱
پچھلی اُمتوں کی شریعتوں کا حکم ہمارے لئے	۷۸۳
آیات ۲۱ تا ۲۲	〃
عالم آخرت اور اس میں جزاء وسزاء عقلاً ضروری ہے	۷۸۴

مضمون	صفحہ
آیات ۲۳ تا ۲۶	۷۸۵
دہر یا زمانہ کو برا کہنے کی ممانعت	۷۸۸
آیات ۲۷ تا ۳۷	〃
سورۃ الاحقاف ۴۶	
آیات ۱ تا ۱۰	۷۹۱
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے متعلق تقاضائے ادب	۷۹۶
آیات ۱۱ تا ۲۰	۷۹۷
ماں کا حق باپ سے زیادہ ہے	۸۰۴
اکثر مدتِ حمل اور اکثر مدتِ رضاع میں فقہائے اُمت کا اختلاف۔	۸۰۵
لذائذ دنیا اور تنعم سے پرہیز کی ترغیب	۸۰۹
آیات ۲۱ تا ۳۲	〃
وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ میں جنات کے ایمان لانے کا واقعہ	۸۱۴
آیات ۳۳ تا ۳۵	۸۱۵
اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ	۸۱۶

تمت

سُورَۃ لُقمٰن

سُوْرَةُ لُقْمٰنَ

سُوْرَةُ لُقْمٰنَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعٌ وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ لقمٰن مکہ میں نازل ہوئی اس کی چونتیس آیتیں ہیں اور چار رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الٓمّٓ ۝۱ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۝۲ هُدًى وَّرَحْمَةً

یہ آیتیں ہیں پکی کتاب کی ، ہدایت ہے اور مہربانی

لِّلْمُحْسِنِيْنَ ۝۳ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ

نیکی کرنے والوں کیلئے ، جو کہ قائم رکھتے ہیں نماز اور دیتے ہیں زکوٰۃ

وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝۴ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ

اور وہ ہیں جو آخرت پر اُن کو یقین ہے۔ انھوں نے پائی ہے راہ اپنے رب کی

رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۵ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ

طرف سے اور وہی مراد کو پہنچے ، اور ایک وہ لوگ ہیں کہ

يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ

خریدار ہیں کھیل کی باتوں کے تاکہ بچلائیں اللہ کی راہ سے بن سمجھے ،

وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝۶ وَاِذَا

اور ٹھہرائیں اس کو ہنسی وہ جو ہیں ان کو ذلت کا عذاب ہے ، اور جب

تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ

سنائے اس کو ہماری آیتیں پیٹھ دے جائے غرور سے گویا ان کو سنا ہی نہیں گویا اس کے دونوں

اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ⑦ اِنَّ الَّذِيْنَ

کان بہرے ہیں سو خوشخبری دے اس کو دردناک عذاب کی۔ جو لوگ یقین

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ⑧ خٰلِدِيْنَ

لائے اور کئے بھلے کام ان کے واسطے ہیں نعمت کے باغ ہمیشہ رہا کریں

فِيْهَا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ⑨

ان میں وعدہ ہو چکا اللہ کا سچا، اور وہ زبردست ہے حکمتوں والا

خلاصۂ تفسیر

الٓمّٓ (اس کے معنی اللہ ہی کو معلوم ہیں) یہ (جو اس سورۃ یا قرآن میں مذکور ہیں) آیتیں ہیں ایک پُرحکمت کتاب (یعنی قرآن) کی جو کہ ہدایت اور رحمت (کا سبب) ہے، نیک کاروں کے لئے جو نماز کی پابندی کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ لوگ آخرت کا پورا یقین رکھتے ہیں (سو) یہ لوگ (اس قرآن کے اعتقاد اور عمل کی بدولت) اپنے رب کے سیدھے رستہ پر ہیں اور یہی لوگ (اس ہدایت کی بدولت) فلاح پانے والے ہیں (پس قرآن اس طرح ان کے لئے ہدایت اور رحمت کا جس کا اثر فلاح ہے سبب ہو گیا، پس بعضے آدمی تو ایسے ہیں جیسا بیان کیا گیا) اور (برخلاف ان کے) بعضا آدمی ایسا (بھی) ہے جو (قرآن سے اعراض کر کے) ان باتوں کا خریدار بنتا ہے (یعنی ایسی باتیں اختیار کرتا ہے) جو (اللہ سے) غافل کرنے والی ہیں (سو اوّل تو لہو کا اختیار کرنا جب کہ اس کے ساتھ آیاتِ الٰہیہ سے اعراض بھی ہو خود ہی کفر اور ضلال ہے، پھر خاص کر جب کہ اس کو اس غرض سے اختیار کیا جائے) تاکہ (اس کے ذریعہ سے دوسروں کو بھی) اللہ کی راہ (یعنی دینِ حق سے) بے سمجھے بوجھے گمراہ کرے اور (اسی گمراہ کرنے کے ساتھ) اس (راہِ حق) کی ہنسی اڑاوے (تاکہ دوسروں کے دل سے بالکل اس کی وقعت اور تاثیر نکل جاوے، تب تو کفر برکفر اور ضلال کے ساتھ اضلال بھی ہے اور) ایسے لوگوں کیلئے (آخرت میں) ذلت کا عذاب (ہونے والا) ہے (جیسا کہ ان کے اضداد کے لئے فلاح کا

ہونا معلوم ہوا) اور (اس شخص مذکور کے اعراض کی یہ حالت ہے کہ) جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ شخص تکبر کرتا ہوا (ایسی بے التفاتی سے) منہ موڑ لیتا ہے جیسے اس نے سنا ہی نہیں، جیسے اس کے کانوں میں ثقل ہے (یعنی جیسے بہرا ہے) سو (اس شخص) کو ایک دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے (یہ تو اعراض کرنے والے کی سزا کا بیان ہوا، آگے اہل ہدیٰ کی جزا کا بیان ہے جو کہ فلاح موعود کی تفصیل ہے، یعنی) البتہ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے ان کے لئے عیش کی جنتیں ہیں جنمیں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ اللہ نے سچا وعدہ فرمایا ہے اور وہ زبردست حکمت والا ہے (پس کمالِ قدرت سے وعدہ اور وعید کو واقع کر سکتا ہے اور حکمت سے اس کو حسبِ وعدہ واقع کرے گا)۔

معارف و مسائل

يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ، اس آیت میں زکوٰۃ کا حکم ہے، حالانکہ آیت مکی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اصل زکوٰۃ کا حکم مکہ معظمہ ہی میں ہجرت سے پہلے آچکا تھا۔ اور یہ جو مشہور ہے کہ زکوٰۃ کا حکم ہجرت کے دوسرے سال میں نافذ ہوا اس سے مراد نصابوں کا تقرر اور مقدارِ واجب کی تفصیلات اور حکومتِ اسلامیہ کی طرف سے اس کی وصول یابی اور مصرف پر خرچ کرنے کا انتظام ہے، یہ ہجرت کے دوسرے سال میں ہوا ہے۔

ابن کثیرؒ نے سورۂ مزمّل کی آیت اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ کے تحت میں یہی تحقیق فرمائی ہے، کیونکہ سورۂ مزمّل تو مکی سورتوں میں بالکل ابتداءِ نزولِ قرآن کے زمانے میں نازل ہوئی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح قرآن کریم کی آیات میں اکثر صلوٰۃ اور زکوٰۃ کو ساتھ ساتھ بیان فرمایا ہے، اس کی فرضیت بھی ساتھ ساتھ ہی ہوئی ہے۔ واللہ اعلم۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لفظ اشتراء کے لغوی معنی خریدنے کے ہیں، اور بعض اوقات ایک کام کے بدلے دوسرے کام کو اختیار کرنے کے لئے بھی لفظ اشتراء استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وغیرہ آیاتِ قرآن میں یہی معنی اشتراء کے مراد ہیں۔

اس آیت کا شانِ نزول ایک خاص واقعہ ہے کہ نضر بن حارث مشرکینِ مکہ میں ایک بڑا تاجر تھا، اور تجارت کے لئے مختلف ملکوں کا سفر کرتا تھا۔ وہ ملکِ فارس سے شاہانِ عجم کسریٰ وغیرہ کے تاریخی قصے خرید کر لایا اور مکہ کے مشرکین سے کہا کہ

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم کو قوم عاد و ثمود وغیرہ کے واقعات سناتے ہیں، میں تمہیں ان سے بہتر رستم اور اسفندیار اور دوسرے شاہانِ فارس کے قصے سناتا ہوں۔ یہ لوگ اس کے قصہ کو شوق و رغبت سے سننے لگے کیونکہ ان میں کوئی تعلیم تو تھی نہیں جس پر عمل کرنے کی محنت اٹھانی پڑے صرف لذیذ قسم کی کہانیاں تھیں۔ ان کی وجہ سے بہت سے مشرکین جو اس سے پہلے کلامِ الٰہی کے اعجاز اور یکتائی کی وجہ سے اس کو سننے کی رغبت رکھتے اور چوری چوری سنا بھی کرتے تھے، ان لوگوں کو قرآن سے اعراض کا بہانہ ہاتھ آگیا۔ ذکرہ فی الروح عن اسباب النزول للواحدی ومقاتل وذکر نحوہ فی الدر المنثور بروایۃ البیہقی۔

اور درِ منثور میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ مذکور الصدر تاجر باہر سے ایک گانے والی کنیز (لونڈی) خرید کر لایا تھا اور اس کے ذریعہ اس نے لوگوں کو قرآن سننے سے روکنے کی یہ صورت نکالی کہ جو لوگ قرآن سننے کا ارادہ کریں اپنی اس کنیز سے ان کو گانا سنواتا تھا اور کہتا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم کو قرآن سنا کر کہتے ہیں کہ نماز پڑھو روزہ رکھو اور اپنی جان دو جس میں تکلیف ہی تکلیف ہے، آؤ تم یہ گانا سنو اور جشنِ طرب مناؤ۔

قرآن کریم کی مذکورہ آیت اسی واقعہ پر نازل ہوئی، اور اس میں اِشْتِرَاءِ لَهْوَ الْحَدِيْثِ سے ــــ وہ قصے کہانیاں شاہانِ عجم کی یا یہ لونڈی گانے والی مراد ہے۔ واقعہ نزول کے اعتبار سے لفظ اشتراء اپنے حقیقی معنی میں خریدنے کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اور لَهْوَ الْحَدِيْثِ کے جو عام معنی آگے بیان ہو رہے ہیں ان کے اعتبار سے لفظ اشتراء بھی اس جگہ عام ہے۔ یعنی ایک کام کے بدلے میں دوسرے کو اختیار کرنا، اس میں سامانِ لہو کی خریداری بھی داخل ہے۔

اور لَهْوَ الْحَدِيْثِ میں لفظ "حدیث" تو باتوں اور قصے کہانیوں کے معنی میں ہے اور لہو کے لفظی معنی غفلت ــــ میں پڑنے کے ہیں۔ جو چیزیں انسان کو ضروری کاموں سے غفلت میں ڈالیں وہ لہو کہلاتی ہیں، اور بعض اوقات ایسے کاموں کو بھی لہو کہا جاتا ہے جن کا کوئی معتد بہ فائدہ نہ ہو محض وقت گزاری کا مشغلہ یا دل بہلانے کا سامان ہو۔

آیت مذکورہ میں لَهْوَ الْحَدِيْثِ کے معنے اور تفسیر میں مفسرین کے اقوال مختلف ہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ و ابن عباسؓ و جابر رضی اللہ عنہم کی ایک روایت میں اس کی تفسیر گانے بجانے سے کی گئی ہے (رواہ الحاکم وصححہ والبیہقی فی الشعب وغیرہ)

اور جمہور صحابہ و تابعین اور عامہ مفسرین کے نزدیک لَهْوَ الْحَدِيْثِ عام ہے تمام

ان چیزوں کے لئے جو انسان کو اللہ کی عبادت اور یاد سے غفلت میں ڈالے، اس میں غناء مزامیر بھی داخل ہے اور بیہودہ قصے کہانیاں بھی۔ امام بخاریؒ نے اپنی کتاب الادب المفرد میں اور بیہقی نے اپنی سنن میں لَهْوَ الْحَدِيْثِ کی یہی تفسیر اختیار کی ہے۔ اس میں فرمایا ہے کہ لَهْوُ الْحَدِيْثِ هُوَ الْغِنَاءُ وَأَشْبَاهُهٗ، یعنی لَهْوُ الْحَدِيْثِ سے مراد گانا اور اس کے مشابہ دوسری چیزیں ہیں (یعنی جو اللہ کی عبادت سے غافل کر دیں) اور سننِ بیہقی میں ہے کہ اشتراء لہو الحدیث سے مراد گانے بجانے والے مرد یا عورت کو خریدنا یا اس کے امثال ایسی بیہودہ چیزوں کو خریدنا ہے جو اللہ کی یاد سے غافل کریں۔ ابن جریر نے بھی اسی عام معنی کو اختیار فرمایا ہے (روح ملخصاً) اور ترمذی کی ایک روایت سے بھی یہی عموم ثابت ہوتا ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ گانے والی لونڈیوں کی تجارت نہ کرو، اور پھر فرمایا وفی مثل هذا انزلت هذه الآية وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ الخ

لہو ولعب اور اس کے سامان کے شرعی احکام

ان احکام کی پوری تفصیل قرآن و سنت کے دلائل کے ساتھ احقر کے مستقل رسالہ "السعی الحثیث فی تفسیر لہو الحدیث" میں مذکور ہے۔ جس میں غناء و مزامیر پر بھی مفصل کلام قرآن و حدیث سے پھر فقہاء امت اور صوفیائے کرام کے اقوال سے مذکور ہے، یہ رسالہ بزبانِ عربی احکام القرآن حزب خامس میں شائع ہو چکا ہے۔ اہلِ علم اس کا مطالعہ کر سکتے ہیں، عوام کے لئے اس کا خلاصہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

پہلی بات قابلِ نظر یہ ہے کہ قرآن کریم نے جتنے مواقع میں لہو یا لعب کا ذکر کیا ہے وہ مذمت اور برائی ہی کے مواقع ہیں، جس کا ادنیٰ درجہ کراہت ہے (روح المعانی و کشاف) اور آیت مذکورہ لہو کی مذمت میں بالکل واضح اور صریح ہے۔

اور مستدرک حاکم کتاب الجہاد میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّ شَيْءٍ مِّنْ لَّهْوِ الدُّنْيَا بَاطِلٌ إِلَّا ثَلٰثَةً اِنْتِضَالُكَ بِقَوْسِكَ وَتَادِيْبُكَ لِفَرَسِكَ وَمُلَاعَبَتُكَ لِاَهْلِكَ فَاِنَّهُنَّ مِنَ الْحَقِّ

"یعنی دنیا کا ہر لہو (کھیل) باطل ہے مگر تین چیزیں ایک یہ کہ تم تیر کمان سے کھیلو دوسرے اپنے گھوڑے کو سدھانے کے لئے کھیلو، تیسرے اپنی بی بی کے ساتھ کھیل کرو"

(حاکم نے اس حدیث کو صحیح علیٰ شرط مسلم کہا ہے، مگر ذہبی وغیرہ نے اس کی سند سے متصل

السند ہونے کو تسلیم نہیں کیا بلکہ حدیث مرسل کہا ہے، مگر جمہور محدثین کے نزدیک حدیث مرسل بھی حجت ہے)۔

اس حدیث میں ہر لہو کو باطل قرار دیا ہے اور جن تین چیزوں کو مستثنیٰ قرار دیا ہے درحقیقت وہ لہو میں داخل ہی نہیں، کیونکہ لہو تو اُس کام کو کہا جاتا ہے جس میں کوئی دینی و دنیوی فائدہ معتد بہا نہ ہو۔ اور یہ تینوں چیزیں مفید کام ہیں جن سے بہت دینی اور دنیوی فوائد وابستہ ہیں۔ تیراندازی اور گھوڑے کو سدھانا تو جہاد کی تیاری میں داخل ہیں، اور بیوی کے ساتھ ملاعبت توالد و تناسل کے مقصد کی تکمیل ہے۔ ان کو صرف صورت اور ظاہر کے اعتبار سے لہو کہہ دیا گیا ہے وہ حقیقت کے اعتبار سے لہو میں داخل ہی نہیں۔ اسی طرح ان تین چیزوں کے علاوہ اور بھی بہت سے ایسے کام ہیں جن سے دینی یا دنیوی فوائد متعلق ہیں اور صورت کے اعتبار سے وہ لہو (کھیل) سمجھے جاتے ہیں ان کو بھی دوسری روایات حدیث میں جائز بلکہ بعض کو مستحسن قرار دیا گیا ہے جس کی تفصیل آگے آجائیگی۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو کام حقیقۃً لہو ہوں، یعنی جن میں نہ کوئی دینی فائدہ ہو نہ دنیوی، وہ سب کے سب مذموم اور مکروہ تو ضرور ہی ہیں، پھر ان میں تفصیل ہے۔ بعض تو کفر کی حد تک پہونچ جاتے ہیں، بعض حرام صریح ہیں اور کم سے کم درجہ مکروہ تنزیہی، یعنی خلاف اولیٰ ہونے کا ہے جس سے کوئی لہو جو درحقیقت لہو ہو مستثنیٰ نہیں۔ اور جن کھیلوں کو احادیث میں مستثنیٰ کیا گیا ہے وہ حقیقۃً لہو میں داخل ہی نہیں، جیسا کہ ایک حدیث میں خود اس کی تصریح موجود ہے۔ ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ میں حضرت عقبہ بن عامرؓ کی روایت کتاب الجہاد میں ہے جس کے الفاظ یہ ہیں لَیْسَ مِنَ اللَّھْوِ ثَلَاثٌ تَأْدِیْبُ الرَّجُلِ فَرَسَہٗ وَمُلَاعَبَتُہٗ اَھْلَہٗ وَرَمْیُہٗ بِقَوْسِہٖ وَنَبْلِہٖ الحدیث، (نصب الرایہ ص ۲۷۳، ج ۴) اس حدیث نے خود یہ تصریح کر دی کہ یہ تین چیزیں جو مستثنیٰ کی گئی ہیں درحقیقت وہ لہو میں داخل ہی نہیں، اور جو حقیقۃً لہو ہے وہ باطل اور مذموم ہے، آگے اس کے مذموم ہونے کے مختلف درجات ہیں۔

۱۔ جو کھیل دین سے گمراہ ہونے یا دوسروں کو گمراہ کرنے کا ذریعہ بنے وہ کفر ہے۔ جیسا کہ آیت مذکور الصدر وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ میں اس کا کفر و ضلال ہونا بیان فرمایا گیا، اور اس کی سزا عذاب مہین قرار دی ہے جو کفار کی سزا ہے کیونکہ یہ آیت نضر بن حارث کے جس واقعہ پر نازل ہوئی ہے اس میں اس لہو کو اس نے اسلام کے خلاف لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے استعمال کیا تھا۔ اس لئے یہ لہو حرام

ہونے کے ساتھ کفر تک پہونچ گیا۔

۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی لہو لوگوں کو اسلامی عقائد سے تو گمراہ نہیں کرتا مگر ان کو کسی حرام اور معصیت میں مبتلا کرتا ہے۔ وہ کفر تو نہیں مگر حرام اور سخت گناہ ہے جیسے وہ تمام کھیل جن میں قمار اور جوا ہو یعنی ہار جیت پر مال کا لین دین ہو، یا جو انسان کو ادائے فرائض نماز روزہ وغیرہ سے مانع ہوں۔

فحش اور فضول ناول یا فحش اشعار اور اہل باطل کی کتابیں بھی دیکھنا ناجائز ہیں

اس زمانے میں بیشتر نوجوان فحش ناول یا جرائم پیشہ لوگوں کے حالات پر مشتمل قصّے یا فحش اشعار دیکھنے کے عادی ہیں۔ یہ سب چیزیں اسی قسم لہو حرام میں داخل ہیں۔ اسی طرح گمراہ اہل باطل کے خیالات کا مطالعہ بھی عوام کے لئے گمراہی کا سبب ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے، راسخ العلم علماء ان کے جواب کے لئے دیکھیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔

۳۔ اور جن کھیلوں میں نہ کفر ہے نہ کوئی کھلی ہوئی معصیت، وہ مکروہ ہیں کہ ایک بے فائدہ کام میں اپنی توانائی اور وقت کو ضائع کرنا ہے۔

کھیلوں کے سامان کی خرید و فروخت

مذکورہ تفصیل سے کھیلوں کے سامان کی خرید و فروخت کا حکم بھی معلوم ہو گیا کہ جو سامان کفر و ضلال یا حرام و معصیت ہی کے کھیلوں میں استعمال ہوتا ہے اس کی تجارت اور خرید و فروخت بھی حرام ہے۔ اور جو لہو مکروہ میں استعمال ہوتا ہے اس کی تجارت بھی مکروہ ہے۔ اور جو سامان جائز اور مستثنیٰ کھیلوں میں استعمال ہوتا ہے اس کی تجارت بھی جائز ہے۔ اور جس سامان کو جائز اور ناجائز دونوں طرح کے کاموں میں استعمال کیا جاتا ہے اس کی تجارت جائز ہے۔

مباح اور جائز کھیل

ادھر یہ بات تفصیل سے آچکی ہے کہ مذموم اور ممنوع وہ لہو اور کھیل ہے جس میں کوئی دینی دنیوی فائدہ نہیں۔ جو کھیل بدن کی ورزش، صحت اور تندرستی باقی رکھنے کے لئے یا کسی دوسری دینی و دنیوی ضرورت کے لئے یا کم از کم طبیعت کا تکان دور کرنے کے لئے ہوں اور ان میں غلو نہ کیا جائے کہ انہی کو مشغلہ بنا لیا جائے اور ضروری کاموں میں ان سے حرج پڑنے لگے تو ایسے کھیل شرعاً مباح اور دینی ضرورت کی نیت سے ہوں تو ثواب بھی ہیں۔

مذکورہ حدیث میں تین کھیلوں کو ممانعت سے مستثنیٰ کرنا اوپر گذر چکا ہے۔ تیر اندازی، گھوڑے کی سواری، اپنے اہل کے ساتھ ملاعبت۔ اور حضرت ابن عباسؓ سے ایک مرفوع حدیث میں ہے: خیر لھو المؤمن السباحۃ وخیر لھو المرأۃ

المغزل (جامع صغیر برمز ابن عدی باسناد ضعیف) "یعنی مؤمن کا اچھا کھیل تیراکی ہے اور عورت کا اچھا کھیل چرخہ ہے"

صحیح مسلم اور مسند احمد میں حضرت سلمہ ابن اکوع رضؓ کی روایت ہے کہ انصارِ مدینہ میں ایک صاحب دوڑ میں بڑے ماہر تھے، کوئی ان سے سبقت نہ لے جاسکتا تھا، انھوں نے ایک روز اعلان کیا کہ کوئی ہے جو میرے ساتھ دوڑ میں مقابلہ کرے؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ میں مقابلہ کروں، آپؐ نے اجازت دیدی تو میں مقابلہ میں آگے بڑھ گیا، اس سے معلوم ہوا کہ پیادہ دوڑ کی مشق کرنا بھی جائز ہے۔

ایک مشہور پہلوان رکانہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کشتی ٹھہرائی تو آپؐ نے اس کو کشتی میں بچھاڑ دیا (ابوداؤد فی المراسیل)

حبشہ کے کچھ نوجوان مدینہ طیبہ میں فنِ سپہ گری کی مشق کرنے کے لئے نیزوں وغیرہ سے کھیلتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا کھیل حضرت عائشہ رضؓ کو اپنی پشت کے پیچھے کھڑا کرکے دکھلایا اور ان لوگوں کو فرمایا کہ اُلْهُوْا وَالْعَبُوْا "یعنی کھیل کود کرتے رہو" (رواہ البیہقی فی الشعب کذا فی الکنز من باب اللہو) اور بعض روایات میں اس کے ساتھ یہ الفاظ بھی آئے ہیں فَاِنِّیْ اَکْرَہُ اَنْ یُّرٰی فِیْ دِیْنِکُمْ غِلْظَۃٌ "یعنی میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ تمھارے دین میں خشکی اور شدت دیکھی جائے"

اسی طرح بعض صحابۂ کرام سے منقول ہے کہ جب وہ قرآن و حدیث کے مشاغل میں تھک جاتے تو بعض اوقات عرب کے اشعار یا تاریخی واقعات سے دل بہلاتے تھے (ذکرہ عن ابن عباسؓ فی کف الرعاع)

ایک حدیث میں ارشاد ہے: رَوِّحُوا الْقُلُوْبَ سَاعَۃً فَسَاعَۃً اخرجہ ابوداؤد فی مراسیلہ عن ابن شہاب مرسلاً "یعنی تم اپنے قلوب کو کبھی کبھی آرام دیا کرو" جس سے قلب و دماغ کی تفریح اور اس کے لئے کچھ وقت نکالنے کا جواز ثابت ہوا۔

شرط ان سب چیزوں میں یہ ہے کہ نیت اُن مقاصدِ صحیحہ کی ہو جو ان کھیلوں میں پائے جاتے ہیں، کھیل برائے کھیل مقصد نہ ہو اور وہ بھی بقدرِ ضرورت ہو، اس میں توسّع اور غلو نہ ہو۔ اور وجہ ان سب کھیلوں کے جواز کی وہی ہے کہ درحقیقت یہ جب اپنی حد کے اندر ہوں تو لہو کی تعریف میں داخل ہی نہیں۔

بعض کھیل جو صراحۃً ممنوع کئے گئے

اس کے ساتھ بعض کھیل ایسے بھی ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر منع فرمادیا ہے، اگرچہ ان میں کچھ فوائد

بھی بتلائے جاویں مثلاً شطرنج، چوسر وغیرہ اگر ان کے ساتھ ہار جیت اور مال کا لین دین ہو تو یہ جوا ... اور قطعی حرام ہیں اور یہ نہ ہو محض دل بہلانے کے لئے کھیلے جائیں تب بھی حدیث میں ان کو منع فرمایا ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت بریدہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نردشیر یعنی چوسر کھیلتا ہے وہ ایسا ہے جیسے اس نے اپنے ہاتھ خنزیر کے خون میں رنگے ہوں۔ اسی طرح ایک روایت میں شطرنج کھیلنے والے پر لعنت کے الفاظ آئے ہیں (عقیلی فی الضعفاء عن ابی ہریرۃ کذا فی نصب الرایہ)

اسی طرح کبوتر بازی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناجائز قرار دیا (ابوداؤد فی المراسیل عن شریح کذا فی الکنز) ان کی ممانعت کی ظاہری وجہ یہ ہے کہ عموماً ان میں مشغولیت ایسی ہوتی ہے کہ آدمی کو ضروری کام یہاں تک کہ نماز اور دوسری عبادت سے بھی غافل کردیتی ہے۔

غناء و مزامیر کے احکام

آیت مذکورہ میں چند صحابۂ کرام نے تو لَہْوَ الْحَدِیْثِ کی تفسیر گانے بجانے سے کی ہے۔ اور دوسرے حضرات نے اگرچہ تفسیر عام قرار دی ہے، ہر ایسے کھیل کو جو اللہ سے غافل کرے لَہْوَ الْحَدِیْثِ فرمایا ہے، مگر ان کے نزدیک بھی گانا بجانا اس میں داخل ہے۔

اور قرآن کریم کی ایک دوسری آیت لَا یَشْہَدُوْنَ الزُّوْرَ میں امام ابوحنیفہ اور مجاہد اور محمد بن الحنفیہ وغیرہ نے زُوْر کی تفسیر غناء (گانے بجانے) سے کی ہے۔

اور ابوداؤد اور ابن ماجہ نے سنن میں اور ابن حبان نے اپنی کتاب صحیح میں حضرت ابومالک اشعریؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَیَشْرَبَنَّ نَاسٌ مِّنْ اُمَّتِی الْخَمْرَ یُسَمُّوْنَہَا بِغَیْرِ اسْمِہَا یُعْزَفُ عَلٰی رُءُوْسِہِمْ بِالْمَعَازِفِ وَالْمُغَنِّیَاتِ، یَخْسِفُ اللّٰہُ بِہِمُ الْاَرْضَ وَیَجْعَلُ اللّٰہُ مِنْہُمُ الْقِرَدَۃَ وَالْخَنَازِیْرَ

"میری امت کے کچھ لوگ شراب کو اس کا نام بدل کر پئیں گے ان کے سامنے معازف و مزامیر کے ساتھ عورتوں کا گانا ہوگا اللہ تعالیٰ ان کو زمین میں خسف کردے گا، اور بعض کی صورتیں مسخ کرکے بندر اور سؤر بنادے گا"

اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے شراب اور جوے اور طبلہ و سارنگی کو حرام کیا ہے، اور فرمایا کہ ہر نشہ لانے والی چیز حرام ہے۔ (رواہ الامام احمد و ابوداؤد و ابن حبان)

روی عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتخذ الفیٔ دولاً والامانۃ مغنماً والزکوٰۃ مغرماً وتعلم لغیر الدین واطاع الرجل امرأتہ وعق امہ وادنیٰ صدیقہ واقصیٰ اباہ وظھرت الاصوات فی المساجد وساد القبیلۃ فاسقھم وکان زعیم القوم ارذلھم واکرم الرجل مخافۃ شرہ وظھرت القیان والمعازف وشربت الخمور ولعن اٰخر ھذہ الامۃ اولھا فلیرتقبوا عند ذلک ریحا حمراء وزلزلۃ وخسفا ومسخا وقذفا واٰیات تتابع کنظام بال قطع سلکہ فتتابع بعضہ بعضا رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث حسن غریب)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مالِ غنیمت کو شخصی دولت بنالیا جائے اور جب لوگوں کی امانت کو مالِ غنیمت سمجھ لیا جائے اور جب زکوٰۃ کو ایک تاوان سمجھا جانے لگے اور جب علم دین کو دنیا طلبی کے لئے سیکھا جانے لگے اور جب مرد اپنی بیوی کی اطاعت اور ماں کی نافرمانی کرنے لگے، اور دوست کو اپنے قریب کرے اور باپ کو دور رکھے، اور مسجدوں میں شور و غل ہونے لگے اور قبیلہ کا سردار ان کا فاسق بدکار بن جائے اور قوم کا سردار ان میں ارذل بدترین آدمی ہو جائے، اور جب شریر آدمیوں کی عزت ان کے شر کے خوف سے کی جانے لگے، اور جب گانے والی عورتوں اور باجوں گاجوں کا رواج عام ہو جائے، اور جب شرابیں پی جانے لگیں اور اس امت کے آخری لوگ پہلے لوگوں پر لعنت کرنے لگیں تو اس وقت تم انتظار کرو ایک سُرخ آندھی کا اور زلزلہ کا اور زمین خسف ہو جانے اور صورتیں مسخ ہو جانے کا اور قیامت کی ایسی نشانیوں کا جو یکے بعد دیگرے اس طرح آئیں گی جیسے کسی ہار کی لڑی ٹوٹ جائے اور اس کے دانے بیک وقت بکھر جاتے ہیں۔

تنبیہِ ضروری اس حدیث کے الفاظ کو بار بار پڑھئے اور دیکھئے کہ اس وقت کی دنیا کا پورا پورا نقشہ ہے، اور وہ گناہ جو مسلمانوں میں عام ہو چکے ہیں اور بڑھتے جا رہے ہیں، ان کی خبر چودہ سو برس پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دے دی ہے۔ مسلمانوں کو اس پر متنبہ کیا ہے کہ ایسے حالات سے باخبر رہیں، اور گناہوں سے بچنے بچانے کا پورا اہتمام کریں۔ ورنہ جب یہ گناہ عام ہو جائیں گے تو ایسے گناہ کرنے والوں پر آسمانی عذاب نازل ہوں گے، اور پھر قیامت کی آخری علامات سامنے آجائیں گی۔ ان گناہوں میں سے عورتوں کا گانا اور گانے بجانے کے آلات

طبلہ سارنگی وغیرہ بھی ہیں، اس جگہ اس روایت کو اسی مناسبت سے نقل کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ اور بہت سی مستند احادیث ہیں جن میں گانے بجانے کو حرام و ناجائز فرمایا ہے اور اس پر وعید شدید ہے۔ ان تمام روایات کو احقر نے اپنے رسالہ کشف الغناء عن وصف الغناء میں لکھ دیا ہے۔ یہ رسالہ بھی بزبانِ عربی احکام القرآن حزب خامس میں شائع ہو چکا ہے، یہاں ان میں سے چند نقل کی گئی ہیں۔

خوش آوازی کے ساتھ بغیر مزامیر کے مفید اشعار کا پڑھنا ممنوع نہیں اس کے مقابل بعض روایات سے غنا یعنی گانے کا جواز بھی معلوم ہوتا ہے، یہ روایات بھی رسالہ مذکورہ میں جمع کر دی گئی ہیں۔ تطبیق ان دونوں میں اس طرح ہے کہ جو گانا اجنبی عورت کا ہو یا اس کے ساتھ طبلہ سارنگی وغیرہ مزامیر ہوں وہ حرام ہے۔ جیسا کہ مذکور الصدر آیاتِ قرآن اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوا۔ اور اگر محض خوش آوازی کے ساتھ کچھ اشعار پڑھے جائیں اور پڑھنے والی عورت یا اَمرد نہ ہوں، اور اشعار کے مضامین بھی فحش یا کسی دوسرے گناہ پر مشتمل نہ ہوں تو جائز ہے۔

بعض صوفیائے کرام سے جو سماع غنا منقول ہے وہ اسی قسم کے جائز غنا پر محمول ہے۔ کیونکہ ان کا اتباعِ شریعت اور اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب کی طرح یقینی ہے، ان سے ایسے گناہ کے ارتکاب کا گمان نہیں کیا جا سکتا۔ محققین صوفیائے کرام نے خود اس کی تصریح فرمائی ہے۔ اس معاملہ میں مذاہب اربعہ کے فقہاء اور صوفیائے کرام کے اقوال مذکور الصدر رسالہ میں تفصیل سے جمع کر دیئے گئے ہیں، یہاں اسی اختصار پر اکتفا کیا گیا۔ واللہ المستعان

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ
بنائے آسمان بغیر ستونوں کے تم اس کو دیکھتے ہو اور رکھ دیئے زمین پر
رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۭ وَاَنْزَلْنَا
پہاڑ کہ تم کو لے کر جھک نہ پڑے اور بکھیر دیئے اس میں سب طرح کے جانور اور اتارا ہم نے
مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ⑩
آسمان سے پانی پھر اگائے زمین میں ہر قسم کے جوڑے خاصے،

هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ

یہ سب کچھ بنایا ہوا ہے اللہ کا اب دکھلاؤ مجھ کو کیا بنایا ہے اوروں نے جو اس کے سوا ہیں

بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱۱﴾ ع

کچھ نہیں پر بے انصاف صریح بھٹک رہے ہیں۔

خلاصۂ تفسیر

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو بلا ستون بنایا (چنانچہ) تم ان کو دیکھ رہے ہو اور زمین میں (بھاری بھاری) پہاڑ ڈال رکھے ہیں کہ وہ تم کو لے کر ڈانواڈول نہ ہونے لگے اور اس (زمین) میں ہر قسم کے جانور پھیلا رکھے ہیں اور ہم نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس زمین میں ہر طرح کے عمدہ اقسام (نباتات کے) اگائے (اور ان لوگوں سے جو کہ شرک کرتے ہیں کہئے کہ) یہ تو اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیزیں ہیں (سو اگر تم دوسروں کو شریک الوہیت قرار دیتے ہو تو) اب تم لوگ مجھ کو دکھاؤ کہ اس کے سوا جو (معبود تم نے بنا رکھے) ہیں انھوں نے کیا کیا چیزیں پیدا کی ہیں (تاکہ ان کا استحقاق الوہیت ثابت ہو، اور اس دلیل کا مقتضیٰ یہ تھا کہ وہ لوگ ہدایت پر آجاتے، مگر انھوں نے ہدایت کو قبول نہیں کیا) بلکہ یہ ظالم لوگ (بدستور) صریح گمراہی میں (مبتلا) ہیں۔

معارف و مسائل

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا، اسی مضمون کی ایک آیت سورۂ رعد کے شروع میں گذر چکی ہے، اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا، ترکیب نحوی کے اعتبار سے اس عبارت کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں،

ایک یہ کہ تَرَوْنَهَا کو عَمَدٍ کی صفت قرار دیا جائے اور اس کی ضمیر عَمَدٍ کی طرف راجع کی جائے تو معنے یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو پیدا کیا بغیر ستونوں کے جن کو تم دیکھتے ہو، یعنی اگر ستون ہوتے تم ان کو دیکھتے، جب ستون نظر نہیں آتے تو معلوم ہوا کہ یہ آسمان کی عظیم الشان چھت بغیر ستونوں کے بنائی گئی ہے، یہ تفسیر حضرت حسنؒ اور قتادہ سے منقول ہے۔ (ابن کثیر)

دوسری صورت یہ ہے کہ تَرَوْنَهَا کی ضمیر سمٰوٰت کی طرف راجع ہو، اور یہ جملہ

مستقل قرار دیا جائے۔ معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو بغیر ستون کے پیدا کیا، جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔ اور پہلی ترکیب کی صورت میں ایک معنی یہ بھی کئے جا سکتے ہیں کہ آسمان ستونوں پر قائم ہیں ان کو تم دیکھ نہیں سکتے وہ غیر مرئی ہیں۔ یہ تفسیر حضرت ابن عباسؓ اور عکرمہؒ اور مجاہدؒ سے منقول ہے (ابن کثیر)

بہرصورت اس آیت نے حق تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی یہ نشانی بتلائی کہ آسمان کی اتنی وسیع و عریض اور اتنی بلند عظیم الشان چھت کو ایسا بنایا ہے کہ اس میں کوئی عمود اور ستون نہیں دیکھا جاتا ہے۔

ایک سوال و جواب

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آسمان جیسا کہ فلاسفہ کہتے ہیں، اور عام طور پر مشہور ہے کہ ایک کرہ یعنی گول چیز ہے، اور ایسے گول کرہ میں وہ جہاں بھی ہو عادۃً عمود اور ستون نہیں ہوتے، تو آسمان کی کیا خصوصیت ہے؟

اس کا جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس طرح قرآن کریم نے اکثر مواقع میں زمین کو فراش فرمایا، جو گول اور کرہ ہونے کے بظاہر منافی ہے، مگر اس کی وسعت کی وجہ سے وہ عام نظروں میں ایک سطح کی طرح دیکھی جاتی ہے، اسی عوامی تخیل کی بناء پر قرآن کریم نے اس کو فراش فرمایا، اسی طرح آسمان ایک چھت کی طرح نظر آتا ہے جس کے لئے عادۃً ستونوں اور عماد کی ضرورت ہوتی ہے، اس عام خیال کے مناسب اس کا بلا ستون ہونا بیان فرمایا گیا ہے۔ اور درحقیقت قدرتِ کاملہ کے ثبوت کے لئے اتنے بڑے عظیم الشان کرہ کی تخلیق ہی کافی ہے۔ اور بعض مفسرین ابن کثیر وغیرہ کی تحقیق یہ ہے کہ آسمان اور زمین کا مکمل کرہ ہونا قرآن و سنت کی رُو سے ثابت نہیں، بلکہ بعض آیات و روایات سے اس کا ایک قبہ کی شکل میں ہونا معلوم ہوتا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ایک صحیح حدیث میں جو ہر روز آفتاب کا تحت العرش پہونچ کر سجدہ کرنا مذکور ہے وہ اسی صورت پر ہو سکتا ہے کہ آسمان مکمل کرہ نہ ہو، اسی صورت میں اس میں فوق و تحت یعنی اوپر نیچے کی جہت متعین ہو سکتی ہے، مکمل کرہ میں کسی جہت و سمت کو اوپر یا نیچے نہیں کہہ سکتے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِکْمَةَ اَنِ اشْکُرْ لِلّٰهِ ؕ وَمَنْ یَّشْکُرْ

اور ہم نے دی لقمان کو عقلمندی کہ حق مان اللہ کا، اور جو کوئی حق مانے اللہ کا

فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۱۲﴾

تو مانے گا اپنے بھلے کو اور جو کوئی منکر ہوگا تو اللہ بے پرواہ ہے سب تعریفوں والا

وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ

اور جب کہا لقمان نے اپنے بیٹے کو جب اس کو سمجھانے لگا اے بیٹے شریک نہ ٹھہرائیو اللہ کا،

اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۳﴾ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسٰنَ بِوَالِدَيْهِ ۚ

بیشک شریک بنانا بھاری بے انصافی ہے، اور ہم نے تاکید کر دی انسان کو اس کے ماں باپ کے واسطے

حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ

پیٹ میں رکھا اس کو اس کی ماں نے تھک تھک کر اور دودھ چھڑانا ہے اس کا دو برس میں کہ

اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿۱۴﴾ وَاِنْ جَاهَدٰكَ

حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا آخر مجھی تک آنا ہے ، اور اگر وہ دونوں تجھ سے

عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ

اڑیں اس بات پر کہ شریک مان میرا اس چیز کو جو تجھ کو معلوم نہیں تو ان کا کہنا مت مان اور

صَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۫ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ

ساتھ دے ان کا دنیا میں دستور کے موافق اور راہ چل اس کی جو رجوع ہوا میری

اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾

طرف ، پھر میری طرف ہے تم کو پھر آنا پھر میں جتلا دوں گا تم کو جو کچھ تم کرتے تھے ،

يٰبُنَيَّ اِنَّهَاۤ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ

اے بیٹے اگر کوئی چیز ہو برابر رائی کے دانہ کی پھر وہ ہو کسی پتھر میں ،

اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ

یا آسمانوں میں یا زمین میں لا حاضر کرے اس کو اللہ بیشک اللہ جانتا ہے چھپی ہوئی

خَبِيْرٌ ﴿۱۶﴾ يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ

چیزوں کو، خبردار ہے ۔ اے بیٹے قائم رکھ نماز کو اور سکھلا بھلی بات اور منع کر

عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَاۤ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۷﴾

برائی سے اور تحمل کر جو تجھ پر پڑے بے شک یہ ہیں ہمت کے کام ۔

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ

اور اپنے گال مت پھلا لوگوں کی طرف اور مت چل زمین پر اتراتا بے شک

اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴿۱۸﴾ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ

اللہ کو نہیں بھاتا کوئی اتراتا بڑائیاں کرنے والا ۔ اور چل بیچ کی چال اور نیچی کر

مِنْ صَوْتِكَ ؕ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ﴿۱۹﴾

آواز اپنی ، بے شک بری سے بری آواز گدھے کی آواز ہے ۔

خلاصۂ تفسیر

اور ہم نے لقمان کو دانشمندی (جس کی حقیقت علم مع العمل ہے) عطا فرمائی (اور ساتھ ہی یہ حکم دیا) کہ (سب نعمتوں پر عموماً اور اس نعمتِ حکمت پر کہ افضل النعم ہے خصوصاً) اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے رہو اور جو شخص شکر کرے گا وہ اپنے ذاتی نفع کے لئے شکر کرتا ہے (یعنی اسی کا نفع ہے کہ اس سے نعمت میں ترقی ہوتی ہے کما قال تعالیٰ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ، دینی نعمت میں تو ترقی دنیا میں بھی ہوتی ہے اور آخرت میں بھی دنیا میں تو شکرِ نعمت سے علم بڑھتا ہے اور توفیقِ عمل میں اضافہ ہوتا ہے اور آخرت میں ثواب عظیم ملتا ہے، اور دنیوی میں آخرت کی ترقی یعنی ثواب میں اضافہ تو یقینی ہے اور کبھی دنیا میں شکر کرنے سے نعمت بڑھ جاتی ہے) اور جو ناشکری کرے گا تو اپنا ہی نقصان کرے گا، کیونکہ) اللہ تعالیٰ (تو) بے نیاز (اور سب) خوبیوں والا ہے (یعنی چونکہ وہ اپنی ذات میں کامل ہے جو مدلول ہے حَمِيْدٌ کا اس لئے وہ غنی ہے، اس کو کسی کے شکر و ثنا کی احتیاج نہیں، کہ اس میں استکمال بالغیر لازم آتا ہے اور چونکہ لقمان موصوف ہیں حکمت یعنی علم و عمل کے ساتھ، اس سے مفہوم ہوا کہ انہوں نے تعلیمِ شکر پر بھی شکر کیا ہوگا پس وہ شاکر بھی تھے اور شاکر ہونے سے ان کی حکمت میں ترقی بھی ہوئی ہوگی پس وہ اعلیٰ درجہ کے حکیم ہوئے) اور (ایسے حکیم کی تعلیم ضرور قابلِ عمل ہونا چاہئے سو ان کی تعلیمات ان لوگوں کے سامنے ذکر کیجئے) جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے

کہا کہ بیٹا خدا کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہرانا، بیشک شرک کرنا بڑا بھاری ظلم ہے (ظلم کی حقیقت علماء نے یہ بیان کی ہے کہ کسی چیز کو بے محل استعمال کیا جائے، اور یہ بات شرک میں سب سے زیادہ واضح ہے کہ پیدا کرنے والے کی جگہ بتوں کی پرستش کی جائے) اور (درمیان قصہ کے امر توحید کی تاکید کے لئے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ) ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق تاکید کی ہے (کہ ان کی اطاعت اور خدمت کرے، کیونکہ انہوں نے اس کے لئے بڑی مشقتیں جھیلی ہیں بالخصوص ماں نے چنانچہ) اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اس کو پیٹ میں رکھا، (کیونکہ جوں جوں حمل بڑھتا جاتا ہے حاملہ کا ضعف بڑھتا جاتا ہے) اور (پھر) دو برس میں اس کا دودھ چھوٹتا ہے (ان دنوں میں بھی وہ ہر طرح کی خدمت کرتی ہے، اسی طرح اپنی حالت کے موافق باپ بھی مشقت اٹھاتا ہے، اس لئے ہم نے اپنے حقوق کے ساتھ ماں باپ کے حقوق ادا کرنے کا حکم فرمایا، چنانچہ یہ ارشاد کیا) کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکرگذاری کیا کر (حق تعالیٰ کی شکرگذاری تو عبادت واطاعت حقیقیہ کے ساتھ اور ماں باپ کی خدمت وادائے حقوق شرعیہ کے ساتھ کیونکہ) میری ہی طرف (سب کو) لوٹ کر آنا ہے (اس وقت میں اعمال کی جزاء وسزا دوں گا، اس لئے احکام کی بجاآوری ضروری ہے) اور (باوجودیکہ ماں باپ کا اتنا بڑا حق ہے جیسا ابھی معلوم ہوا، لیکن امر توحید ایسا عظیم الشان ہے کہ) اگر تجھ پر وہ دونوں (بھی) اس بات کا زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ ایسی چیز کو شریک ٹھہرائے جس (کے شریک الوہیت ہونے) کی تیرے پاس کوئی دلیل (اور سند) نہ ہو (اور ظاہر ہے کہ کوئی چیز بھی ایسی نہیں کہ جس کے استحقاق شرکت پر کوئی دلیل قائم ہو بلکہ عدم استحقاق پر بہت سی دلیلیں قائم ہیں، پس مراد یہ ہوئی کہ اگر وہ کسی چیز کو بھی شریک الوہیت ٹھہرانے کا تجھ پر زور دیں) تو تو ان کا کہنا نہ ماننا اور (ہاں یہ ضرور ہے کہ) دنیا (کے حوائج ومعاملات) میں (جیسے ان کے ضروری اخراجات اور خدمت وغیرہ) ان کے ساتھ خوبی کے ساتھ بسر کرنا اور (دین کے بارے میں صرف) اس (ہی) شخص کی راہ پر چلنا جو میری طرف رجوع ہو (یعنی میرے احکام کا معتقد اور عامل ہو) پھر تم سب کو میرے پاس آنا ہے پھر (آنے کے وقت) میں تم کو جتلادوں گا جو جو کچھ تم کرتے تھے (اس لئے کسی امر میں میرے حکم کے خلاف مت کرو ... آگے پھر تکمیل ہے نصائح لقمانیہ کی کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو اور نصیحتیں بھی کیں چنانچہ توحید وعقائد کے بارے میں یہ بھی نصیحت کی کہ) بیٹا (حق تعالیٰ کا علم اور قدرت ایسے درجہ ہے کہ) اگر (کسی کا) کوئی عمل (کیسا ہی مخفی ہو، مثلاً فرض کرو کہ وہ) رائی کے دانہ کے

برابر (مقدار میں) ہو اور (پھر (فرض کرو کہ) وہ کسی پتھر کے اندر (چھپا رکھا) ہو (جو کہ ایسا حجاب ہو کہ اس کا رفع ہونا دشوار ہے اور بدون رفع کسی کو اس کے اندر کا علم نہیں ہوتا) یا وہ آسمانوں کے اندر ہو (جو کہ عام خلائق سے مکاناً بہت بعید ہے) یا وہ زمین کے اندر ہو (جہاں خوب ظلمت رہتی ہے، اور یہی اسباب ہیں عام مخلوق کی نظروں سے پوشیدہ رہنے کے، کیونکہ کبھی کوئی چیز چھوٹی اور باریک ہوتی ہے کہ نظر میں نہیں آتی اور کبھی کوئی شدید حجاب حائل ہونے سے کبھی مکان کے بعید ہونے سے کبھی ظلمت سے، لیکن حق تعالیٰ کی ایسی شان ہے کہ اگر یہ اسباب بھی چھپنے کے مجتمع ہوں، تب بھی (قیامت کے روز حساب کے وقت) اس کو اللہ تعالیٰ حاضر کر دے گا (جس سے علم اور قدرت دونوں ثابت ہو گئی) بیشک اللہ تعالیٰ بڑا باریک بین (اور) باخبر ہے (اور اعمال کے باب میں یہ نصیحت کی کہ) بیٹا نماز پڑھا کر (کہ بعد تصحیح عقائد کے اعلیٰ درجہ کا عمل ہے) اور (جیسا تصحیح عقائد واعمال سے اپنی تکمیل کی ہے اسی طرح دوسروں کی تکمیل کی بھی کوشش کرنا چاہئے، پس لوگوں کو) اچھے کاموں کی نصیحت کیا کر اور بُرے کاموں سے منع کیا کر اور (اس امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں بالخصوص اور ہر حالت میں بالعموم) تجھ پر جو مصیبت واقع ہو اس پر صبر کیا کر، یہ (صبر کرنا) ہمت کے کاموں سے ہے اور (اخلاق وعادات کے باب میں یہ نصیحت کی کہ بیٹا) لوگوں سے اپنا رُخ مت پھیر اور زمین پر اترا کر مت چل، بیشک اللہ تعالیٰ کسی تکبر کرنے والے فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتے اور اپنی رفتار میں اعتدال اختیار کر (نہ بہت دوڑ کر چل کہ وقار کے خلاف ہے، نیز گر جانے کا بھی احتمال ہے، اور نہ بہت گن گن کر قدم رکھ کہ وضع متکبرین کی ہے، بلکہ بے تکلف اور متوسط رفتار تواضع وسادگی کی چال اختیار کر جس کو دوسری آیت میں اس عنوان سے ذکر کیا ہے يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا) اور (بولنے میں) اپنی آواز کو پست کر (یعنی بہت غل مت مچا، اور یہ مطلب نہیں کہ اتنی پستی کر کہ دوسرا سنے بھی نہیں آگے غل مچانے سے نفرت دلاتے ہیں کہ) بیشک آوازوں میں سب سے بُری آواز گدھوں کی آواز (ہوتی) ہے (تو آدمی ہو کر گدھوں کی طرح چیخنا اور چلّانا کیا مناسب ہے، نیز چیخ چلّاؤ سے بعض اوقات دوسروں کو وحشت واذیت بھی ہوتی ہے)۔

معارف و مسائل

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ ، حضرت لقمان علیہ السلام، وہب بن منبہؒ کی روایت کے مطابق حضرت ایوب علیہ السلام کے بھانجے تھے، اور مقاتلؒ نے ان کا خالہ زاد بھائی بتلایا ہے۔ اور تفسیر بیضاوی وغیرہ میں ہے کہ ان کی عمر دراز ہوئی، یہاں تک کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا زمانہ پایا۔ یہ بات دوسری روایات سے بھی ثابت ہے کہ لقمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں ہوئے ہیں۔

اور تفسیر درمنثور میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ لقمان ایک حبشی غلام تھے، نجاری کا کام کرتے تھے (اخرجہ ابن ابی شیبہ واحمد فی الزہد وابن جریر وابن المنذر وغیرہ) اور حضرت جابر بن عبداللہؓ سے ان کے حالات دریافت کئے گئے تو فرمایا کہ پست قد پست ناک کے حبشی تھے، اور مجاہدؒ نے فرمایا کہ حبشی غلام موٹے ہونٹ والے پھٹے ہوئے قدموں والے تھے (ابن کثیر)

ایک سیاہ رنگ حبشی حضرت سعید بن مسیبؒ کے پاس کوئی مسئلہ دریافت کرنے کے لئے حاضر ہوا تو حضرت سعیدؒ نے اس کی تسلی کے لئے فرمایا کہ تم اپنے کالے ہونے پر غم نہ کرو، کیونکہ کالے لوگوں میں تین بزرگ ایسے ہیں جو لوگوں میں سب سے بہتر تھے۔ حضرت بلال حبشیؓ، اور مہجع حضرت عمر بن خطابؓ کے آزاد کردہ غلام اور حضرت لقمان علیہ السلام۔

لقمان علیہ السلام جمہور سلف کے نزدیک نبی نہیں بلکہ ولی اور حکیم تھے

ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ جمہور سلف کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ نبی نہیں تھے، صرف حضرت عکرمہؓ سے ان کا نبی ہونا نقل کیا جاتا ہے، مگر اس کی سند ضعیف ہے۔ اور امام بغویؒ نے فرمایا کہ اس پر اتفاق ہے کہ وہ فقیہ اور حکیم تھے نبی نہیں تھے۔ (مظہری)

ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ حضرت قتادہؓ سے ان کے بارے میں ایک عجیب روایت یہ منقول ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت لقمان کو اختیار دیا تھا کہ نبوت لے لو یا حکمت! انھوں نے حکمت کو اختیار کر لیا۔ اور بعض روایات میں ہے کہ ان کو نبوت کا اختیار دیا گیا تھا، انھوں نے عرض کیا کہ اگر اس کے قبول کرنے کا حکم ہے تو میرے سر آنکھوں پر ورنہ مجھے معاف فرمایا جائے۔

اور حضرت قتادہؓ ہی سے یہ بھی منقول ہے کہ لقمان علیہ السلام سے کسی نے

پوچھا کہ آپ نے حکمت کو نبوت پر کیوں ترجیح دی، جبکہ آپ کو دونوں کا اختیار دیا گیا تھا؟ آپ نے فرمایا کہ نبوت بڑی ذمہ داری کا منصب ہے، اگر وہ مجھے بغیر میرے اختیار کے دے دیا جاتا تو حق تعالیٰ خود اس کی کفالت فرماتے کہ میں اس کے فرائض ادا کر سکوں اور اگر میں اپنے اختیار سے اس کو طلب کرتا تو ذمہ داری مجھ پر ہوتی (ابن کثیرؒ)

اور جبکہ لقمان علیہ السلام کا نبی نہ ہونا جمہور کے نزدیک مسلّم ہے، تو پھر ان کو وہ حکم جو قرآن میں مذکور ہے اَنِ اشْكُرْ لِيْ یہ بذریعہ الہام ہو سکتا ہے جو اولیاء اللہ کو حاصل ہوتا ہے۔

حضرت لقمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام سے پہلے شرعی مسائل میں لوگوں کو فتویٰ دیا کرتے تھے، جب داؤد علیہ السلام کو نبوت عطا ہوئی تو فتویٰ دینا چھوڑ دیا کہ اب میری ضرورت نہیں رہی۔ بعض روایات میں ہے کہ بنی اسرائیل کے قاضی تھے۔ حضرت لقمان علیہ السلام سے کلمات حکمت بہت منقول ہیں۔ وہب بن منبہؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت لقمان علیہ السلام کی حکمت کے دس ہزار سے زیادہ ابواب پڑھے ہیں۔ (قرطبی)

حضرت لقمان ایک روز ایک بڑی مجلس میں لوگوں کو حکمت کی باتیں سنا رہے تھے، ایک شخص آیا اور اس نے سوال کیا کہ کیا تم وہی نہیں جو میرے ساتھ فلاں جنگل میں بکریاں چرایا کرتے تھے؟ لقمان علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں میں وہی ہوں، اس شخص نے پوچھا کہ پھر آپ کو یہ مقام کیسے حاصل ہوا کہ خلق خدا آپ کی تعظیم کرتی ہے اور آپ کے کلمات سننے کے لئے دور دور سے جمع ہوتی ہے۔ لقمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کا سبب میرے دو کام ہیں ایک ہمیشہ سچ بولنا، دوسرے فضول باتوں سے اجتناب کرنا۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت لقمان نے فرمایا کہ چند کام ایسے ہیں جنھوں نے مجھے اس درجہ پر پہنچایا، اگر تم اختیار کر لو تو تمھیں بھی یہی درجہ اور مقام حاصل ہو جائے گا۔ وہ کام یہ ہیں: اپنی نگاہ کو پست رکھنا اور زبان کو بند رکھنا، حلال روزی پر قناعت کرنا، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنا، بات میں سچائی پر قائم رہنا، عہد کو پورا کرنا، مہمان کا اکرام کرنا، پڑوسی کی حفاظت کرنا، اور فضول کام اور کلام کو چھوڑ دینا۔ (ابن کثیرؒ)

حکمت جو لقمان علیہ السلام کو دی گئی اس سے کیا مراد ہے؟

لفظ حکمت قرآن کریم میں متعدد معانی کے لئے استعمال ہوا ہے۔ علم، عقل، حلم و بردباری، نبوت، اصابت رائے۔

ابو حیان نے فرمایا کہ حکمت سے مراد وہ کلام ہے جس سے لوگ نصیحت حاصل کریں اور ان کے دلوں میں مؤثر ہو اور جس کو لوگ محفوظ کر کے دوسروں تک پہونچائیں۔ اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حکمت سے مراد عقل و فہم اور ذہانت ہے۔ اور بعض حضرات

نے فرمایا کہ علم کے مطابق عمل کرنا حکمت ہے، اور درحقیقت ان میں کوئی تضاد نہیں، یہ سبھی چیزیں حکمت میں داخل ہیں۔ اوپر خلاصۂ تفسیر میں حکمت کا ترجمہ دانشمندی سے اور اس کی تفسیر علم باعمل سے کی گئی ہے یہ بہت جامع اور واضح ہے۔

آیت مذکورہ میں حضرت لقمان علیہ السلام کو حکمت عطا کرنے کا ذکر فرما کر آگے فرمایا ہے اَنِ اشْکُرْ لِیْ، اس میں ایک احتمال تو یہ ہے کہ یہاں قُلْنَا محذوف مانا جائے۔ مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے لقمان کو حکمت دی اور یہ حکم دیا کہ میرا شکر ادا کیا کرو، اور بعض حضرات نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اَنِ اشْکُرْ لِیْ خود حکمت کی تفسیر ہے، یعنی وہ حکمت جو لقمان کو دی گئی یہ تھی کہ ہم نے اس کو شکر کا حکم دیا انھوں نے تعمیل کی۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر گذار ہونا سب سے بڑی حکمت ہے۔ اس کے بعد یہ جتلا دیا کہ یہ شکر گذاری کا حکم ہم نے کچھ اپنے فائدہ کے لئے نہیں دیا ہمیں کسی کے شکر کی حاجت نہیں، بلکہ یہ خود انہی کے فائدے کے لئے دیا ہے۔ کیونکہ ہمارا ضابطہ یہ ہے کہ جو شخص ہماری نعمت کا شکر ادا کرتا ہے ہم اس کی نعمت میں اور زیادتی کر دیتے ہیں۔

اس کے بعد لقمان علیہ السلام کے کچھ کلماتِ حکمت کا ذکر فرمایا ہے جو انھوں نے اپنے بیٹے کو مخاطب کر کے ارشاد فرمائے تھے، وہ کلماتِ حکمت قرآن کریم نے اس لئے نقل فرمائے کہ دوسرے لوگ بھی ان سے فائدہ اٹھائیں۔

ان کلماتِ حکمت میں سب سے اوّل تو عقائد کی درستی ہے، اور ان میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو سارے عالم کا خالق و مالک بلا شرکت غیرے یقین کرے، اس کے ساتھ کسی غیر اللہ کو شریکِ عبادت نہ کرے کہ اس دنیا میں اس سے بڑا بھاری ظلم کوئی نہیں ہو سکتا کہ خدا تعالیٰ کی کسی مخلوق کو خالق کے برابر ٹھہرائے، اس لئے فرمایا یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ، آگے حضرت لقمان کی دوسری نصائح اور کلماتِ حکمت آئے ہیں جو اپنے بیٹے کو مخاطب کر کے فرمائے تھے۔ درمیان میں حق تعالیٰ نے شرک کے ظلم عظیم ہونے اور کسی حال اس کے پاس نہ جانے کی ہدایات کے لئے ایک اور حکم ارشاد فرمایا:

والدین کی شکر گذاری اور اطاعت فرض ہے، مگر حکم الٰہی کے خلاف کسی کی اطاعت جائز نہیں

کہ اگرچہ ہم نے اولاد کو اپنے ماں باپ کی اطاعت اور شکر گذاری کی بڑی تاکید کی ہے، اور اپنی شکر گذاری و اطاعت کے ساتھ والدین کی شکر گذاری اور اطاعت کا حکم دیا ہے، لیکن شرک ایسا ظلم عظیم اور سنگین جرم ہے کہ وہ ماں باپ کے کہنے سے اور مجبور کرنے سے بھی کسی کے لئے جائز نہیں ہوتا، اگر کسی کو اس کے والدین اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو

شریک قرار دینے پر مجبور کرنے لگیں تو اس معاملہ میں والدین کا کہنا بھی ماننا جائز نہیں۔

اور یہاں جبکہ والدین کے حقوق اور ان کی شکر گذاری کا حکم دیا گیا تو اس کی حکمت یہ بتلادی کہ اس کی ماں نے اس کے وجود و بقاء میں بڑی محنت برداشت کی ہے، کہ نو مہینے تو اس کو اپنے شکم میں رکھ کر اس کی حفاظت کی اور اس کی وجہ سے جو روز بروز اس کو ضعف پر ضعف اور تکلیف پر تکلیف بڑھتی گئی۔۔۔ اس کو برداشت کیا، پھر اس کے پیدا ہونے کے بعد بھی دو سال تک اس کو دودھ پلانے کی زحمت برداشت کی، جس میں ماں کو خاصی محنت بھی شب و روز اٹھانی پڑتی ہے، اور اس کا ضعف بھی اس سے بڑھتا ہے، اور چونکہ بچے کی پرورش میں محنت و مشقت زیادہ ماں اٹھاتی ہے، اس لئے شریعت میں ماں کا حق باپ سے بھی مقدم رکھا گیا ہے، وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ کا یہی مطلب ہے اور اس کے بعد وَاِنْ جَاهَدٰكَ میں یہ بتلایا ہے کہ غیر اللہ کو اللہ کے ساتھ شریک کرنے کے معاملہ میں والدین کی اطاعت بھی حرام ہے۔

اسلام کا بے نظیر قانونِ عدل

اور ایسی صورت میں کہ ماں باپ اس کو شرک و کفر پر مجبور کریں اور اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہو کہ ان کی بات نہ مانو، تو طبعی طور پر انسان حد پر قائم نہیں رہتا۔ اس پر عمل کرنے میں اس کا امکان تھا کہ بیٹا والدین کے ساتھ بدکلامی یا بدخوئی سے پیش آئے ان کی توہین کرے۔ اسلام ایک قانونِ عدل ہے، ہر چیز کی ایک حد ہے، اس لئے شرک میں والدین کی اطاعت نہ کرنے کے حکم کے ساتھ ہی یہ حکم بھی دیدیا کہ:

صَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا، یعنی دین میں تو تم ان کا کہنا نہ مانو، مگر دنیا کے کاموں میں مثلاً ان کی جسمانی خدمت یا مالی اخراجات وغیرہ اس میں کمی نہ ہونے دو، بلکہ دنیوی معاملات میں اس کے عام دستور کے مطابق معاملہ کرو ان کی بے ادبی نہ کرو، انکی بات کا جواب ایسا نہ دو جس سے بلا ضرورت دل آزاری ہو۔ مطلب یہ ہے کہ ان کے شرک و کفر کے معاملہ میں نہ ماننے سے جو ان کی دل آزاری ہوگی وہ تو مجبوری کے لئے برداشت کرو، مگر ضرورت کو ضرورت کی حد میں رکھو، دوسرے معاملات میں ان کی دل آزاری سے پرہیز کرتے رہو۔

فائدہ:۔ اس آیت میں جو بچے کے دودھ چھڑانے کی مدت دو سال بتلائی گئی ہے، یہ عام عادت کے مطابق ہے۔ اس میں اس کی کوئی تشریح و تصریح نہیں کہ اس سے زیادہ مدت تک دودھ پلایا جائے تو اس کا کیا حکم ہے۔ اس مسئلہ کی تشریح سورۂ احقاف کی آیت وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا کے تحت میں انشاء اللہ تعالیٰ آئے گی۔

دوسری وصیتِ لقمانی متعلقہ عقائد

یہ ہے کہ اس کا اعتقاد جازم رکھا جائے کہ آسمان و زمین اور ان کے اندر جو کچھ ہے اس کے ایک ایک ذرہ پر اللہ تعالیٰ کا علم بھی محیط اور وسیع ہے اور سب پر اس کی قدرت بھی کامل ہے۔ کوئی چیز کتنی ہی چھوٹی سے چھوٹی ہو جو عام نظروں میں نہ آسکتی ہو اسی طرح کوئی چیز کتنی ہی دور دراز پر ہو اسی طرح کوئی چیز کتنے ہی اندھیروں اور پردوں میں ہو اللہ تعالیٰ کے علم و نظر سے نہیں چھپ سکتی، اور وہ جس کو جب چاہیں جہاں چاہیں حاضر کرسکتے ہیں۔ یٰبُنَیَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ الآیۃ کا یہی مطلب ہے۔ اور حق تعالیٰ کے علم و قدرت کا ہر چیز پر محیط ہونا خود بھی اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اور عقیدۂ توحید کی بہت بڑی دلیل ہے۔

تیسری وصیتِ لقمانی متعلقہ اصلاحِ عمل

اعمالِ واجبہ تو بہت ہیں مگر ان سب میں سب سے بڑا اور اہم عمل نماز ہے، اور خود اہم ہونے کے ساتھ وہ دوسرے اعمال کی درستی کا ذریعہ بھی ہے۔ جیسا کہ نماز کے بارے میں ارشاد ربانی ہے اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ اس لئے اعمالِ صالحہ واجبہ میں سے نماز کے ذکر پر اکتفا فرمایا یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ "یعنی اے میرے بیٹے نماز کو قائم کرو۔ اور جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے کہ اقامتِ صلوٰۃ کا مفہوم صرف نماز پڑھ لینا نہیں بلکہ اس کے تمام ارکان و آداب کو پوری طرح بجالانا، اس کے اوقات کی پابندی کرنا اور اس پر مداومت کرنا سب اقامتِ صلوٰۃ کے مفہوم میں داخل ہیں۔

چوتھی وصیتِ لقمانی متعلقہ اصلاحِ خلق

اسلام ایک اجتماعی دین ہے فرد کی اصلاح کے ساتھ جماعت کی اصلاح اس کے نظام کا اہم جزء ہے اسی لئے نماز جیسے اہم فریضہ کے ساتھ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ ذکر فرمایا گیا کہ لوگوں کو نیک کاموں کی دعوت دو اور بُرے کاموں سے روکو وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ یہ دو فریضے ہیں ایک اپنی اصلاح اور دوسرا عام مخلوق کی اصلاح۔ دونوں ایسے ہیں کہ دونوں کی پابندی میں خاصی مشقت و محنت برداشت کرنا پڑتی ہے۔ اس پر ثابت قدم رہنا آسان نہیں، خصوصاً اصلاحِ خلق کے لئے امر بالمعروف کی خدمت کا صلہ دنیا میں ہمیشہ عداوتوں اور مخالفتوں سے ملا کرتا ہے۔ اس لئے اس وصیت کے ساتھ ہی یہ وصیت بھی فرمائی کہ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ، یعنی ان کاموں میں تمہیں جو کچھ تکلیف پیش آئے اس پر صبر و ثبات سے کام لو۔

پانچویں وصیتِ لقمانی متعلقہ آدابِ معاشرت

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ، لَا تُصَعِّرْ، صَعَرٌ سے مشتق ہے جو اونٹ کی ایک بیماری ہے جس سے اس کی گردن مڑ جاتی ہے، جیسے

انسانوں میں لقوہ معروف بیماری ہے جس سے چہرہ ٹیڑھا ہو جاتا ہے، مراد اس سے رُخ پھیر لینا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ لوگوں کی ملاقات اور گفتگو میں ان سے منہ پھیر کر گفتگو نہ کرو جو اُن سے اعراض کرنے اور تکبر کرنے کی علامت ہے اور اخلاقِ شریفانہ کے خلاف ہے۔

وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا، مَرَحٌ اکڑ کر، اِترا کر چلنا ہے۔ معنی یہ ہیں کہ زمین کو اللہ تعالیٰ نے سارے عناصر سے پست افتادہ بنایا ہے تم اسی سے پیدا ہوئے اسی پر چلتے پھرتے ہو اپنی حقیقت کو پہچانو اترا کر نہ چلو جو متکبرین کا طریقہ ہے۔ اسی لئے اس کے بعد فرمایا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ، "یعنی اللہ نہیں پسند کرتا کسی متکبر فخر کرنے والے کو۔

وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ، یعنی اپنی چال میں میانہ روی اختیار کرو، نہ بہت دوڑ بھاگ کر چلو، کہ وہ وقار کے خلاف ہے۔ حدیث میں ہے کہ چلنے میں بہت جلدی کرنا مومن کی رونق ضائع کر دیتا ہے۔ (جامع صغیر عن ابی ہریرۃؓ) اور اس طرح چلنے میں خود اپنے آپ کو یا کسی دوسرے کو تکلیف بھی پہونچنے کا خطرہ رہتا ہے۔ اور نہ بہت آہستہ چلو، جو یا تو اُن متکبر اور تصنع کرنے والوں کی عادت ہے جو لوگوں پر اپنا امتیاز جتانا چاہتے ہیں، یا عورتوں کی عادت ہے جو شرم و حیاء کی وجہ سے تیز نہیں چلتیں، یا پھر بیماروں کی عادت ہے جو اس پر مجبور ہیں۔ پہلی صورت حرام اور دوسری بھی اگر عورتوں کی مشابہت پیدا کرنے کے قصد سے ہو تو ناجائز ہے اور یہ قصد نہ ہو تو پھر مردوں کے لئے ایک عیب ہے۔ اور تیسری صورت میں اللہ کی ناشکری ہے، کہ تندرستی کے باوجود بیماروں کی ہیئت بنائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ صحابہ کرام کو یہود کی طرح دوڑنے سے بھی منع کیا جاتا تھا، اور نصاریٰ کی طرح بہت آہستہ چلنے سے بھی۔ اور حکم یہ تھا کہ ان دونوں چالوں کی درمیانی چال اختیار کرو۔

حضرت عائشہؓ نے کسی شخص کو بہت آہستہ چلتے دیکھا جیسے ابھی مر جائے گا تو لوگوں سے پوچھا کہ یہ ایسے کیوں چلتا ہے لوگوں نے بتلایا کہ یہ قُرّاء میں سے ہے۔ قُرّاء، قاری کی جمع ہے، اس زمانے میں قاری اس کو بھی کہا جاتا تھا جو تلاوتِ قرآن کی صحت و آداب کے ساتھ قرآن کا عالم بھی ہو۔ مطلب یہ تھا کہ یہ کوئی بڑا قاری عالم ہے، اس لئے ایسا چلتا ہے۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ عمر بن خطابؓ اس سے زیادہ قاری تھے، مگر ان کی عادت یہ تھی کہ جب چلتے تو تیز چلتے تھے (مراد وہ تیزی نہیں جس کی ممانعت کی گئی ہے بلکہ اس کے بالمقابل تیزی ہے) اور جب وہ کلام کرتے تھے تو اس طرح کہ لوگ اچھی طرح سُن لیں (ایسی پست آواز نہ ہوتی تھی کہ سننے والوں کو پوچھنا پڑے کہ کیا فرمایا)۔

وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ، "یعنی آواز کو پست کرو" مراد پست کرنے سے یہ ہے کہ ضرورت سے زیادہ بلند آواز نہ نکالو، اور شور نہ کرو۔ جیسا کہ ابھی حضرت فاروق اعظمؓ کے متعلق گذرا کہ کلام ایسا کرتے تھے کہ حاضرین سُن لیں، انھیں سننے میں تکلیف نہ ہو۔ اس کے بعد فرمایا اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ "یعنی چوپاؤں میں سب سے زیادہ مکروہ آواز گدھے کی ہے جو بہت شور کرتا ہے"۔

یہاں آدابِ معاشرت میں چار چیزیں ذکر کی گئی ہیں: اوّل لوگوں سے گفتگو اور ملاقات میں متکبرانہ انداز سے رُخ پھیر کر بات کرنے کی ممانعت، دوسرے زمین پر اترا کر چلنے کی ممانعت تیسرے درمیانی چال چلنے کی ہدایت، چوتھے بہت زور سے شور مچا کر بولنے کی ممانعت۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عادات و شمائل میں یہ سب چیزیں جمع تھیں۔ شمائل ترمذی میں حضرت حسینؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد علی مرتضیٰؓ سے دریافت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب لوگوں کے ساتھ بیٹھتے تھے تو آپس میں آپ کا کیا طرز ہوتا تھا؟ انھوں نے فرمایا:

كان دائم البشر سهل الخلق لين الجانب ليس بفظ ولا غليظ ولا صخاب فى الاسواق ولا فحاش ولا عياب ولا مشاح يتغافل عما لا يشتهى ولا يؤيس منه ولا يجيب فيه قد ترك نفسه من ثلاث المراء والاكبار وما لا يعنيه،	"کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ خوش و خرم معلوم ہوتے تھے آپ کے اخلاق میں نرمی اور برتاؤ میں سہولت مندی تھی، آپ کی طبیعت سخت نہ تھی، بات بھی درشت نہ تھی، آپ نہ شور مچانے والے تھے نہ فحش گو تھے، نہ کسی کو عیب لگاتے تھے، نہ بخل کرتے تھے، جو چیز دل کو نہ بھاتی اس کی جانب سے غفلت

برتتے تھے (مگر) دوسرے کو اس کی طرف سے نا امید بھی نہ کرتے تھے، (اگر حلال ہو اور اس کی رغبت ہو) اور جو چیز اپنی مرغوب نہ ہو دوسرے کے حق میں اس کی کاٹ نہ کرتے تھے، (بلکہ خاموشی اختیار فرماتے تھے) تین چیزیں آپ نے بالکل چھوڑ رکھی تھیں، (۱) جھگڑنا (۲) تکبر کرنا (۳) جو چیز کام کی نہ ہو اس میں مشغول ہونا"۔

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کام میں لگائے تمہارے جو کچھ ہے آسمان اور زمین میں

وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ۭ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ

اور پوری کر دیں تم پر اپنی نعمتیں کھلی اور چھپی، اور لوگوں میں ایسے بھی ہیں

يُّجَادِلُ فِى اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۝۲۰ وَاِذَا

جو جھگڑتے ہیں اللہ کی بات میں نہ سمجھ رکھیں نہ سوجھ اور نہ روشن کتاب۔ اور جب

قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ

ان کو کہئے چلو اس حکم پر جو اتارا اللہ نے کہیں نہیں ہم تو چلیں گے اس پر جس پر پایا ہم نے

اٰبَآءَنَا ۭ اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝۲۱

اپنے باپ دادوں کو بھلا اور جو شیطان بلاتا ہو ان کو دوزخ کی طرف تو بھی؟

وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ

اور جو کوئی تابع کرے اپنا منہ اللہ کی طرف اور وہ ہو نیکی پر سو اس نے پکڑ لیا

بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۭ وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝۲۲ وَمَنْ كَفَرَ

مضبوط کڑا اور اللہ کی طرف ہے آخر ہر کام کا۔ اور جو کوئی منکر ہوا

فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ۭ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ

تو تو غم نہ کھا اس کے انکار سے ہماری طرف پھر آنا ہے ان کو پھر ہم جتلا دیں گے ان کو جو انھوں نے کیا ہے

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۲۳ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ

البتہ اللہ جانتا ہے جو بات ہے دلوں میں۔ کام چلا دیں گے ہم ان کا تھوڑے دنوں پھر

نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ۝۲۴ وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ

پکڑ بلائیں گے ان کو گاڑھے عذاب میں۔ اور اگر تو پوچھے ان سے کس نے بنائے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ

آسمان اور زمین تو کہیں اللہ تعالیٰ نے، تو کہہ سب خوبی اللہ کو ہے پر وہ بہت

لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۲۵ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ

لوگ سمجھ نہیں رکھتے۔ اللہ کا ہے جو کچھ ہے آسمان اور زمین میں بیشک اللہ وہی ہے

الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ﴿٢٦﴾ وَلَوْ أَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ مِن شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ
بے پروا سب خوبیوں والا ۔ اور اگر جتنے درخت ہیں زمین میں قلم ہوں
وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِن بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللَّهِ
اور سمندر ہو اس کی سیاہی اس کے پیچھے سات سمندر نہ تمام ہوں باتیں اللہ کی
إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٧﴾ مَّا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ
بے شک اللہ زبردست ہے حکمتوں والا ۔ تم سب کا بنانا اور مرے پیچھے جلانا ایسا ہی ہے جیسا
وَاحِدَةٍ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ﴿٢٨﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُولِجُ
ایک جی کا ، بیشک اللہ سب کچھ سنتا دیکھتا ہے ۔ تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ داخل کرتا ہے
الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ
رات کو دن میں اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں اور کام میں لگا دیا ہے سورج اور چاند کو
كُلٌّ يَجْرِي إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى وَأَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿٢٩﴾
ہر ایک چلتا ہے ایک مقرر وقت تک اور یہ کہ اللہ خبر رکھتا ہے اس کی جو تم کرتے ہو ۔
ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِن دُونِهِ الْبَاطِلُ
یہ اس لئے کہا کہ اللہ وہی ہے ٹھیک اور جس کسی کو پکارتے ہیں سوا اس کے سو وہی جھوٹا ہے
وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ﴿٣٠﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِي
اور اللہ وہی ہے سب سے اوپر بڑا ۔ تو نے نہ دیکھا کہ جہاز چلتے ہیں سمندر
فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللَّهِ لِيُرِيَكُم مِّنْ آيَاتِهِ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ
میں اللہ کی نعمت لے کر تاکہ دکھلائے تم کو کچھ اپنی قدرتیں البتہ اس میں نشانیاں
لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ﴿٣١﴾ وَإِذَا غَشِيَهُم مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا
ہیں ہر ایک تحمل کرنے والے احسان ماننے والے کے واسطے ، اور جب سر پر آئے ان کے موج جیسے بادل
اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُم
پکارنے لگیں اللہ کو خالص کر کر اسی کے لئے بندگی ، پھر جب بچا دیا ان کو جنگل کی طرف تو کوئی ہوتا ہے ان میں

مُّقْتَصِدٌ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُورٍ ﴿٣٢﴾
بیچ کی چال پر ، اور منکر وہی ہوتے ہیں ہماری قدرتوں سے جو قول کے جھوٹے ہیں حق نہ ماننے والے ۔

خلاصۂ تفسیر

کیا تم لوگوں کو (مشاہدہ و دلائل سے) یہ بات معلوم نہیں ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کو (بواسطہ یا بلا واسطہ) تمہارے کام میں لگا رکھا ہے جو کچھ آسمانوں میں (موجود) ہیں اور جو کچھ زمین میں (موجود) ہیں اور اس نے تم پر اپنی نعمتیں ظاہری اور باطنی پوری کر رکھی ہیں (ظاہری وہ کہ آنکھ کان وغیرہ سے معلوم ہوں اور باطنی وہ جو کہ عقل سے سمجھی جائیں، اور مراد نعمتوں سے وہ نعمتیں ہیں جو تسخیر سمٰوٰت و ارض پر مرتب ہوتی ہیں پس اس کے سبب مخاطبین کا مشرف باسلام ہونا لازم نہیں آتا) اور باوجودیکہ (اس دلیل سے توحید ثابت ہوتی ہے مگر) بعضے آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں (یعنی اس کی توحید میں) بدون واقفیت (یعنی علم ضروری) اور بدون دلیل (یعنی علم استدلال عقلی) اور بدون کسی روشن کتاب (یعنی علم استدلال نقلی) کے جھگڑا کرتے ہیں اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کا اتباع کرو جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے (یعنی حق کو ثابت کرنے والے دلائل میں غور کر کے ان کا اتباع کرو) تو (جواب میں) کہتے ہیں کہ (ہم اس کا اتباع) نہیں (کرتے) ہم (تو) اسی کا اتباع کریں گے جس پر ہم نے اپنے بڑوں کو پایا ہے، (آگے ان پر رد ہے کہ) کیا اگر شیطان ان کے بڑوں کو عذاب دوزخ کی طرف (یعنی گمراہی کی طرف جو کہ سبب ہے عذاب دوزخ کا) بلاتا رہا ہو تب بھی (انہی کا اتباع کریں گے، مطلب یہ کہ ایسے معاند ہیں کہ باوجود اس کے کہ ان کو دلیل کی طرف بلایا جاتا ہے مگر پھر بھی بلا دلیل بلکہ خلاف دلیل محض گمراہ باپ دادا کی راہ پر چلتے ہیں یہ حالت تو اہل ضلالت کی ہوئی) اور جو شخص (حق کا اتباع کر کے) اپنا رُخ اللہ کی طرف جھکا دے (یعنی فرمانبرداری اختیار کرے عقائد میں بھی اعمال میں بھی، مراد اسلام و توحید ہے) اور (اس کے ساتھ) وہ مخلص بھی ہو (یعنی محض ظاہری اسلام نہ ہو) تو اس نے بڑا مضبوط حلقہ تھام لیا (یعنی وہ اس شخص کے مشابہ ہو گیا جو کسی مضبوط رسّی کا حلقہ ہاتھ میں تھام کر گرنے سے مامون رہتا ہے، اسی طرح یہ شخص ہلاکت و خسران سے محفوظ ہو گیا) اور آخر سب کاموں کا انجام اللہ ہی کی طرف پہونچے گا (پس یہ اعمال یعنی اتباع باطل و اتباع حق بھی اسی کے حضور میں پیش

ہوں گے (پس وہ ہر ایک کو مناسب جزاء و سزا دے گا) اور جو شخص (حق کو ثابت کرنے والے دلائل کے باوجود) کفر کرے سو آپ کے لئے اس کا کفر باعث غم نہ ہونا چاہئے (یعنی آپ غم نہ کریں) ان سب کو ہمارے ہی پاس لوٹنا ہے سو ہم ان سب کو جتلادیں گے جو جو کچھ وہ (دنیا میں) کیا کرتے تھے (کیونکہ) اللہ تعالیٰ کو (تو) دلوں کی باتیں (تک) خوب معلوم ہیں (تو ظاہری اعمال کا معاملہ ظاہر ہے، پس ہم سے کوئی امر مخفی نہیں سب جتلادیں گے اور مناسب سزا دیں گے، اس لئے آپ کچھ غم نہ کریں اور یہ لوگ اگر محض چند روزہ عیش پر بھول رہے ہیں تو ان کی بڑی غلطی ہے کیونکہ یہ دائمی نہیں بلکہ) ہم ان کو چند روزہ عیش دیئے ہوئے ہیں پھر ان کو کشاں کشاں ایک سخت عذاب کی طرف لے آویں گے (پس اس پر ناز کرنا جہالت ہے) اور (ہم جس توحید کی طرف ان کو بلا رہے ہیں اس کے مقدمات کو خود یہ لوگ بھی تسلیم کرتے ہیں، مگر اس سے صحیح نتیجہ تک پہونچنے کا کام نہیں لیتے چنانچہ) اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان و زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو ضرور (یہی) جواب دیں گے کہ اللہ نے (اس پر) آپ کہئے کہ الحمد للہ (جو مقدمہ مہتم بالشان تھا وہ تو تمہارے اعتراف سے ثابت ہوا اور دوسرا مقدمہ نہایت ہی ظاہر ہے کہ جو خود مخلوق و مصنوع ہو وہ مستحق عبادت نہیں پس مطلوب ثابت ہوگیا، مگر یہ لوگ مطلوب کو نہیں مانتے) بلکہ ان میں اکثر (تو مجموعہ مقدمات کو بھی) نہیں جانتے (چنانچہ دوسرے مقدمہ جلیہ کی طرف بھی توجہ نہیں کرتے کہ معبود ہونا صرف خالق کا حق ہے اور اللہ کی وہ شان ہے کہ) جو کچھ آسمان و زمین میں موجود ہے سب اللہ ہی کا (مملوک) ہے (پس سلطنت تو ان کی ایسی) اور بیشک اللہ تعالیٰ (خود اپنی ذات میں بھی) بے نیاز (اور) سب خوبیوں والا ہے (پس سزاوار الوہیت وہی ہے) اور (اس کی خوبیاں اس کثرت سے ہیں کہ) جتنے درخت زمین بھر میں ہیں اگر وہ سب قلم بن جائیں (یعنی متعارف قلم کے برابر ان کے اجزاء کے قلم بنالئے جائیں اور ظاہر ہے کہ اس طرح ایک ایک درخت میں ہزاروں قلم تیار ہوں) اور یہ جو سمندر ہے اس کے علاوہ سات سمندر (روشنائی کی جگہ) اس میں اور شامل ہوجائیں (اور پھر ان قلموں اور اس روشنائی سے حق تعالیٰ کے کمالات لکھنا شروع کریں) تو (سب قلم روشنائی ختم ہوجائیں اور) اللہ کی باتیں (یعنی وہ کلمات جن سے اللہ تعالیٰ کے کمالات کی حکایت ہوتی ہو) ختم نہ ہوں، بیشک خدا تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے (کہ وہ قدرت میں بھی کامل ہے اور علم میں بھی اور یہ دونوں صفتیں چونکہ تمام صفات و افعال سے تعلق رکھتی ہیں، شاید اس لئے بعد عموم کے ان کو خصوصاً بیان فرمادیا، اور اس کمال صفت قدرت کی ایک فرع عالم

آخرت بھی ہے، جس کو بدفہم دشوار سمجھ رہے ہیں، حالانکہ وہ ایسا قادر ہے کہ) تم سب کا (پہلی بار) پیدا کرنا اور (دوسری بار) زندہ کرنا (اس کے نزدیک) بس ایسا ہی ہے جیسا ایک شخص کا (پیدا کرنا اور زندہ کرنا۔ گو یہاں مقصود بقرینہ مقام سے بعث کا ذکر فرمانا ہے، لیکن ذکر خلق سے استدلال اور قوی ہوگیا ہے) بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتا اور سب کچھ دیکھتا ہے، (پس جو لوگ باوجود ان دلائل کے قیامت کا انکار کر رہے ہیں اور اس جرأت پر فسق و فجور کرتے ہیں ان سب کو سن رہا ہے دیکھ رہا ہے ان کو سزا دے گا، آگے پھر توحید کا بیان ہے کہ) اے مخاطب کیا تجھ کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ رات (کے اجزاء) کو دن میں اور دن (کے اجزاء) کو رات میں داخل کر دیتا ہے، اور اس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے کہ ہر ایک مقررہ وقت تک (یعنی قیامت تک) چلتا رہے گا اور (کیا تجھ کو یہ معلوم نہیں) کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب عملوں کی پوری خبر رکھتا ہے (پس اس کمال علمی و عقلی کا مقتضیٰ یہ ہے کہ شرک چھوڑ دیا جاوے، اور اوپر جو ان افعال مذکورہ کا اختصاص حق تعالیٰ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے) یہ (اختصاص) اس سبب سے ہے کہ اللہ ہی ہستی میں کامل (اور واجب الوجود) ہے اور جن چیزوں کی اللہ کے سوا یہ لوگ عبادت کر رہے ہیں بالکل ہی لچر ہیں اور اللہ ہی عالی شان اور (سب سے) بڑا ہے (اس لئے یہ سب تصرفات اسی کے لئے مختص ہیں، البتہ اگر دوسرے موجودات باطل اور فانی اور ممکن نہ ہوتے، بلکہ نعوذ باللہ کوئی اور بھی واجب الوجود ہوتا تو پھر یہ تصرفات حق تعالیٰ کے ساتھ مختص نہ ہوتے، چنانچہ ظاہر ہے)۔

اے مخاطب کیا تجھ کو (توحید کی) یہ دلیل معلوم نہیں کہ اللہ ہی کے فضل سے کشتی دریا میں چلتی ہے تاکہ تم کو اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھلاوے (چنانچہ ہر ممکن کا وجود اپنے پیدا کرنے والے کے وجود کی دلیل ہے، اسی طور پر) اس میں (بھی قدرت کی) نشانیاں ہیں ہر ایسے شخص کے لئے جو صابر و شاکر ہو (مراد اس سے مؤمن ہے کہ صبر و شکر میں کامل ہونا اسی کی صفت ہے، نیز صبر و شکر محرک ہے تذکر و تدبر عالم کو اور استدلال کے لئے تذکر و تفکر ضروری ہے، اسی لئے یہ دونوں وصف یہاں مناسب ہوئے بالخصوص کشتی کی حالت کے اعتبار سے کہ موجوں کا اٹھنا محل صبر ہے، اور بسلامت کنارہ پر جا لگنا محل شکر ہے، پس جو لوگ ان سب واقعات میں فکر کرتے رہتے ہیں استدلال کی توفیق انہی کو ہوتی ہے) اور (جیسا اوپر آیت وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ میں مقدمات دلیل کا اعتراف ان کفار کی طرف سے ثابت ہے، بعض اوقات خود نتیجہ دلیل یعنی توحید کا بھی

اعتراف کرتے ہیں جس سے توحید خوب ہی واضح ہوگئی، چنانچہ) جب ان لوگوں کو موجیں سائبانوں (یعنی بادلوں) کی طرح (محیط ہوکر) گھیر لیتی ہیں تو وہ خالص اعتقاد کر کے اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں، پھر جب ان کو نجات دے کر خشکی کی طرف لے آتا ہے، سو بعضے تو ان میں اعتدال پر رہتے ہیں (یعنی کبھی شرک کو چھوڑ کر توحید کو جو کہ اعدل الطرق ہے اختیار کر لیتے ہیں) اور (بعضے پھر ہماری آیتوں کے منکر ہو جاتے ہیں اور) ہماری آیتوں کے بس وہی لوگ منکر ہوتے ہیں جو بدعہد اور ناشکرے ہیں (کہ کشتی میں جو عہد توحید کا کیا تھا اس کو توڑ دیا اور خشکی میں آنے کا مقتضی تھا شکر کرنا اس کو چھوڑ دیا)۔

معارف و مسائل

شروع سورۃ میں کفار و مشرکین کو اس پر تنبیہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کے علم محیط اور قدرتِ مطلقہ کے مظاہر دیکھنے کے باوجود یہ لوگ اپنے کفر و شرک پر مصر ہیں، اور ان کے بالمقابل اطاعت شعار مؤمنین کی مدح اور ان کے انجام خیر کا ذکر تھا۔ درمیان میں حضرت لقمان علیہ السلام کی وصایا کا ذکر بھی ایک حیثیت سے انہی مضامین کی تکمیل تھی۔ آیات مذکورہ میں حق تعالیٰ کے علم و قدرت کے محیط ہونے اور مخلوق پر اس کے انعامات و احسانات کا ذکر کر کے پھر توحید کی طرف دعوت ہے۔

سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ، یعنی مسخر کر دیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ان تمام چیزوں کو جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں۔ مسخر کرنے کے مشہور معنی کسی چیز کو کسی کے تابعِ فرمان بنا دینے کے ہیں۔ یہاں اس پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اول تو زمین کی سب چیزیں بھی انسان کے تابع فرمان نہیں۔ بلکہ بہت سی چیزیں اس کے مزاج کے خلاف کام کرتی ہیں۔ خصوصاً جو چیزیں آسمانوں میں ہیں ان میں تو انسان کے تابع فرمان ہونے کا کوئی احتمال ہی نہیں۔ جواب یہ ہے کہ دراصل تسخیر کے معنی کسی چیز کو زبردستی کسی خاص کام میں لگا دینا اور اس پر مجبور کر دینا ہو آسمان و زمین کی سب مخلوقات کو انسان کے لئے مسخر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان تمام مخلوقات کو انسان کی خدمت اور نفع رسانی میں لگا دیا۔ ان میں بہت سی چیزوں کو تو اس طرح خدمت میں لگایا کہ ان کو انسان کا تابع فرمان بھی بنا دیا وہ جس وقت جس طرح چاہے ان کو استعمال کرتا ہے۔ بہت سی چیزیں ایسی ہیں کہ ان کو انسان کے کام میں تو لگا دیا گیا ہے کہ وہ انسان کی خدمت میں لگی ہوتی ہیں، مگر

بتقاضائے حکمتِ ربانی ان کو انسان کے تابع نہیں بنایا گیا، جیسا کہ آسمانی مخلوق اور سیارات اور برق و باراں وغیرہ کہ ان کو انسان کے حکم کا تابع بنا دیا جاتا تو انسانوں کی طبائع اور مزاجوں اور حالات کے اختلافات کا ان پر اثر پڑتا۔ ایک انسان چاہتا کہ آفتاب جلدی طلوع ہو جائے دوسرے کی ضرورت اس پر موقوف ہوتی کہ اس میں دیر لگے، ایک شخص بارش مانگتا دوسرا سفر میں ہے کھلے میدان میں ہے وہ چاہتا کہ بارش نہ ہو۔ تو یہ متضاد تقاضے آسمانی کائنات کے عمل میں تضاد اور خلل پیدا کرتے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان سب چیزوں کو انسان کی خدمت میں لگا دیا مگر اس کا تابع حکم نہیں بنایا یہ بھی ایک قسم کی تسخیر ہی ہے۔ واللہ علم

وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً، اسباغ کے معنی مکمل کرنے کے ہیں معنی یہ ہیں کہ مکمل کر دیا اللہ تعالیٰ نے تم پر اپنی ظاہری نعمتوں کو اور باطنی نعمتوں کو۔ ظاہری نعمتوں سے مراد وہ نعمتیں ہیں جو انسان اپنے حواسِ خمسہ سے محسوس اور معلوم کر لیتا ہے، مثلاً حُسنِ صورت، اعضائے انسانی کا اعتدال اور ہر عضو کو ایسے تناسب سے بنانا جو انسان کے عمل میں زیادہ سے زیادہ معین بھی ہو اور اس کی شکل و صورت کو بھی نہ بگاڑے۔ اسی طرح رزق مال و دولت، اسبابِ معیشت، تندرستی اور عافیت یہ سب ظاہری نعمتیں اور محسوس نعمتیں ہیں۔ اسی طرح دینِ اسلام کو سہل کر دینا اور اللہ و رسولؐ کی اطاعت کی توفیق ہونا اور اسلام کا دوسرے ادیان پر غالب آنا اور دشمنوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کی مدد ہونا بھی انہی نعمائے ظاہرہ میں داخل ہیں۔ اور باطنی نعمتیں وہ ہیں جو انسان کے قلب سے متعلق ہوں، جیسے ایمان اور اللہ تعالیٰ کی معرفت اور علم و عقل، حُسنِ اخلاق، گناہوں کی پردہ پوشی، اور جرائم پر فوری سزا نہ ملنا وغیرہ ہیں۔

وَلَوْ أَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ، اس آیت میں حق تعالیٰ نے اپنی معلومات اور اپنی قدرت کے تصرفات اور اپنی نعمتوں کی ایک مثال دی ہے کہ وہ غیر متناہی ہیں۔ نہ کسی زبان سے وہ سب ادا ہو سکتے ہیں نہ کسی قلم سے سب کو لکھا جا سکتا ہے۔ مثال یہ فرمائی کہ ساری زمین میں جتنے درخت ہیں اگر ان کی سب شاخوں کے قلم بنا لئے جائیں اور ان کے لکھنے کے لئے سمندر کو روشنائی بنا دیا جائے اور یہ سب قلم حق تعالیٰ کی معلومات اور تصرفاتِ قدرت کو لکھنا شروع کریں تو سمندر ختم ہو جائے گا اور معلومات و تصرفات ختم نہ ہوں گے۔ اور ایک سمندر نہیں اس جیسے سات سمندر اور بھی شامل کر دیئے جائیں، جب بھی سب سمندر ختم ہو جائیں گے لیکن اللہ تعالیٰ کے کلمات ختم نہ ہوں گے۔ کلمات اللہ سے مراد اس کے علم و حکمت کے کلمات ہیں (روح و مظہری) اور شیونِ قدرت اور

نعماے آلہیہ بھی اس میں داخل ہیں۔ اور سات سمندر سے مطلب یہ نہیں کہ کہیں سات سمندر موجود ہیں، بلکہ مراد یہ ہے کہ ایک سمندر کے ساتھ فرض کرلو اور سات سمندر مل جائیں جب بھی ان سب سے سب کلمات اللہ کو ضبطِ تحریر میں نہیں لایا جاسکتا۔ اور سات کا عدد بھی بطور مثال ہے، حصر مقصود نہیں۔ اور دلیل اس کی دوسری آیت قرآن ہے جس میں فرمایا ہے قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا، یعنی اگر سمندر کو کلمات اللہ کو لکھنے کے لئے روشنائی بنالیا جائے تو سمندر ختم ہوجائے گا اور کلمات اللہ ختم نہ ہوں گے، اور صرف یہی سمندر نہیں اسی جیسے اور سمندر کو بھی شامل کردیں تب بھی بات یہی رہے گی۔ اس آیت میں بِمِثْلِهٖ فرماکر اشارہ کردیا کہ یہ سلسلہ دور تک چلایا جائے کہ اس سمندر کے مثل دوسرا سمندر مل گیا پھر اس کی مثل تیسرا چوتھا، غرض سمندروں کی کتنی ہی مقدار فرض کرلو... ان کی روشنائی کلمات اللہ کا احاطہ نہیں کرسکتی۔ عقلی طور پر وجہ ظاہر ہے کہ سمندر سات نہیں سات ہزار بھی ہوں وہ بہرحال محدود اور متناہی ہیں اور کلمات اللہ یعنی معلومات اللہ غیر متناہی ہیں، کوئی متناہی چیز غیر متناہی کا احاطہ کیسے کرسکتی ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ یہ آیت احبار یہود کے ایک سوال کے جواب میں نازل ہوئی وجہ یہ تھی کہ قرآن کی آیت ہے وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا یعنی تمھیں نہیں دیا گیا مگر تھوڑا سا علم۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو چند احبار یہود حاضر ہوئے اور اس آیت کے بارے میں معارضہ کیا کہ آپ جو کہتے ہیں کہ تمھیں تھوڑا علم دیا گیا، یہ آپ نے اپنی قوم کا حال ذکر کیا ہے، یا اس میں آپ نے ہمیں بھی داخل کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری مراد سب ہیں، یعنی ہماری قوم بھی اور یہود و نصاریٰ بھی تو انھوں نے یہ معارضہ کیا کہ ہمیں تو اللہ تعالیٰ نے تورات عطا فرمائی ہے، جس کی شان تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ، یعنی ہر چیز کا بیان ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ بھی علمِ الٰہی کے مقابلہ میں قلیل ہی ہے۔ پھر تورات میں جتنا علم ہے اس کا بھی تمھیں پورا علم نہیں، بقدر کفایت ہی ہے۔ اس لئے علم الٰہی کے مقابلہ میں ساری آسمانی کتابوں اور سب انبیاء کے علوم کا مجموعہ بھی قلیل ہی ہے۔ اسی کلام کی تائید کے لئے یہ آیت نازل ہوئی۔ وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ، الآیۃ (ابن کثیر)

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ

اے لوگو! بچتے رہو اپنے رب سے اور ڈرو اس دن سے کہ کام نہ آئے کوئی باپ اپنے

وَّلَدِهٖ ۡ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ

بیٹے کے بدلے اور نہ کوئی بیٹا ہو جو کام آئے اپنے باپ کی جگہ کچھ بھی، بیشک اللہ کا وعدہ

حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۪ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ

ٹھیک ہے، سو تم کو نہ بہکائے دنیا کی زندگانی اور نہ دھوکا دے تم کو اللہ کے نام

الْغَرُوْرُ ﴿۳۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ

سے وہ دغاباز۔ بیشک اللہ کے پاس ہے قیامت کی خبر اور اتارتا ہے مینہ

وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۭ

اور جانتا ہے جو کچھ ہے ماں کے پیٹ میں، اور کسی جی کو معلوم نہیں کہ کل کو کیا کرے گا،

وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۳۴﴾

اور کسی جی کو خبر نہیں کہ کس زمین میں مرے گا، تحقیق اللہ سب کچھ جاننے والا خبردار ہے۔

خلاصۂ تفسیر

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو (اور کفر و شرک چھوڑ دو) اور اس دن سے ڈرو جس میں نہ کوئی باپ اپنے بیٹے کی طرف سے کچھ مطالبہ ادا کرسکے گا اور نہ کوئی بیٹا ہی ہو کہ وہ اپنے باپ کی طرف سے ذرا بھی مطالبہ ادا کردے (اور یہ دن آنے والا ضرور ہے، کیونکہ اس کی نسبت اللہ کا وعدہ ہے اور) یقیناً اللہ کا وعدہ سچا (ہوتا) ہے سو تم کو دنیاوی زندگانی دھوکہ میں نہ ڈالے (کہ اس میں منہمک ہوکر اس دن سے غافل رہو) اور نہ تم کو وہ دھوکہ باز (یعنی شیطان) اللہ سے دھوکہ میں ڈالے (کہ تم اس کے اس بہکانے میں آجاؤ کہ اللہ تم کو عذاب نہ دے گا جیسا کہا کرتے تھے وَلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى)، بیشک اللہ ہی کو قیامت کی خبر ہے اور وہی (اپنے علم کے موافق) مینہ برساتا ہے (پس اس کا علم اور قدرت بھی اسی کے ساتھ خاص ہے) اور وہی جانتا ہے جو کچھ (لڑکا لڑکی حاملہ کے) رحم میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا عمل کریگا (اس کی بھی اسی کو خبر ہے)۔

اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا (اس کی بھی اسی کو خبر ہے اور انہی چیزوں کی کیا تخصیص ہے جتنے غیوب ہیں) بیشک اللہ (ہی ان) سب باتوں کا جاننے والا (اور ان سے) باخبر ہے (کوئی دوسرا اس میں شریک نہیں)۔

معارف و مسائل

مذکور الصدر دو آیتوں میں سے پہلی آیت میں مومن و کافر عام لوگوں کو خطاب فرما کر اللہ تعالیٰ اور قیامت کے حساب کتاب سے ڈر کر اس کے لئے تیاری کی ..... ہدایت کی گئی ہے، يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ یعنی اے لوگو! ڈرو اپنے پروردگار سے۔ اس جگہ اللہ تعالیٰ کے نام یا کسی دوسری صفت کے بجائے صفتِ رب کے انتخاب کرنے میں اشارہ اس طرف ہے کہ اللہ تعالیٰ سے خوف کا جو حکم ہے یہ وہ خوف نہیں جو کسی درندہ یا دشمن سے عادۃً ہوا کرتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو تمہارا رب اور پالنے والا ہے، اس سے اس طرح کا کوئی خطرہ نہیں ہونا چاہئے۔ بلکہ خوف سے مراد اس جگہ وہ خوف ہے جو اپنے بڑوں اور بزرگوں کی عظمت و ہیبت کی وجہ سے ہونا لازم ہے، جیسے بیٹا اپنے باپ سے شاگرد استاد سے ڈرتا ہے۔ وہ کوئی اس کے دشمن یا ضرر پہونچانے والے نہیں، مگر ان کی عظمت و ہیبت دلوں میں ہوتی ہے، وہی ان کو باپ اور استاذ کی اطاعت پر مجبور کرتی ہے۔ یہاں بھی یہی مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و ہیبت تمہارے قلوب پر حاوی ہونا چاہئے تاکہ تم اس کی مکمل اطاعت آسانی سے کر سکو۔

وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۖ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْئًا، یعنی اس روز سے ڈرو جس میں نہ کوئی باپ اپنے بیٹے کو کوئی نفع پہونچا سکے گا، اور نہ بیٹا باپ کو نفع پہنچانے والا ہوگا۔

مراد اس سے وہ باپ اور بیٹے ہیں جن میں ایک مومن ہو دوسرا کافر۔ کیونکہ مومن باپ نہ اپنے کافر بیٹے کے عذاب میں کوئی کمی کر سکے گا نہ اس کو کوئی نفع پہنچا سکے گا اسی طرح مومن بیٹا اپنے کافر باپ کے کچھ کام نہ آ سکے گا۔

وجہ اس تخصیص کی قرآن کریم کی ____ دوسری آیات اور روایات حدیث ہیں جن میں اس کی تصریح ہے کہ قیامت کے روز ماں باپ اولاد کی اور اولاد ماں باپ کی شفاعت کریں گے، اور اس شفاعت کی وجہ سے ان کو کامیابی بھی ہوگی۔ قرآن کریم میں ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ

"یعنی جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد بھی ایمان میں ان کے تابع ہوئی، یعنی وہ بھی مومن ہو گئے تو ہم ان کی اولاد کو بھی ان کے ماں باپ صالحین کے درجہ میں پہونچا دیں گے، اگرچہ ان کے اپنے اعمال اس درجہ کے قابل نہ ہوں مگر صالح والدین کی برکت سے قیامت میں بھی ان کو یہ نفع پہونچے گا کہ والدین کے مقام پر پہونچا دیا جائے گا، مگر اس میں شرط یہی ہے کہ اولاد مومن ہو اگرچہ عمل میں کچھ کوتاہی ہوئی ہو۔

اسی طرح ایک دوسری آیت میں ہے جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ، یعنی ہمیشہ رہنے کی جنتوں میں داخل ہوں گے اور ان کے ساتھ وہ لوگ بھی داخل ہوں گے جو ان کے ماں باپ بیویوں اور اولاد میں سے اس قابل ہوں گے، مراد قابل ہونے سے مومن ہونا ہے۔

ان دونوں آیتوں سے ثابت ہوا کہ ماں باپ اور اولاد، اسی طرح شوہر اور بیوی اگر مومن ہونے میں مشترک ہوں تو پھر ایک سے دوسرے کو محشر میں بھی فائدہ پہونچے گا۔ اسی طرح متعدد روایاتِ حدیث میں اولاد کا ماں باپ کی شفاعت کرنا منقول ہے۔ اس لئے آیتِ مذکورہ کا یہ ضابطہ کہ کوئی باپ بیٹے کو اور بیٹا باپ کو محشر میں کوئی فائدہ نہ پہونچا سکے گا، یہ اسی صورت میں ہے کہ ان میں سے ایک مومن ہو دوسرا کافر (مظہری)۔

فائدہ: یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ اس آیت میں باپ، بیٹے کو نفع نہ پہنچا سکے گا یہاں تو جملہ فعلیہ کی صورت میں لَا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ کے الفاظ سے ذکر فرمایا اور دوسری جانب میں دو تغیر کئے گئے، ایک یہ کہ اس کو جملہ اسمیہ کی صورت میں بیان فرمایا، دوسرے اس میں وَلَد کے بجائے لفظ مَوْلُوْد اختیار فرمایا۔ حکمت اس میں یہ ہو کہ جملہ اسمیہ بہ نسبت فعلیہ کے زیادہ مؤکد ہوتا ہے۔ اس تغیرِ جملہ میں اس فرق کی طرف اشارہ کر دیا جو باپ اور اولاد میں ہے کہ باپ کی محبت اولاد کے ساتھ اشد ہے، اس کے برعکس اولاد کی محبت کا یہ درجہ دنیا میں بھی نہیں ہوتا محشر میں نفع رسانی کی نفی تو دونوں سے کر دی گئی، مگر اولاد کی عدم نفع رسانی کو مؤکد کر کے بیان فرمایا۔ اور لفظ وَلَد کے بجائے مَوْلُوْد اختیار کرنے میں یہ حکمت ہے کہ مولود صرف اولاد کو کہا جاتا ہے اور لفظ وَلَد عام ہے اولاد کی اولاد کو بھی شامل ہے۔ اس میں دوسرے رُخ سے اسی مضمون کی تائید اس طرح ہو گئی کہ خود صلبی بیٹا بھی باپ کے کام نہ آئے گا، تو پوتے پڑپوتے کا حال معلوم ہے۔

اور دوسری آیت میں پانچ چیزوں کے علم کا بالخصوص حق تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہونا، اس کے سوا کسی مخلوق کو ان کا علم نہ ہونا بیان فرمایا ہے، اور اسی پر سورۃ لقمٰن ختم

کی گئی ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوْتُ، "یعنی اللہ ہی کے پاس ہے علم قیامت کا کہ کس سال کس تاریخ میں آئے گی، اور وہی بارش کو اتارتا ہے اور وہی جانتا ہے جو شکم مادر میں ہے کہ لڑکی ہے یا لڑکا اور کس شکل و صورت کا ہے، اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کو کیا کمائے گا یعنی خیر و شر میں سے کیا حاصل کرے گا، اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا۔

پہلی تین چیزوں میں اگرچہ یہ تصریح نہیں کی گئی کہ ان کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے، مگر کلام ایسے عنوان سے ذکر کیا گیا ہے جس سے اُن چیزوں کے علم کا انحصار علم الٰہی میں معلوم ہوتا ہے، اور باقی دو چیزوں میں اس کی تصریح موجود ہے کہ ان کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ انہی پانچ چیزوں کو سورۃ انعام کی آیت میں مفاتح الغیب فرمایا گیا ہے وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ، "یعنی صرف اللہ ہی کے پاس ہے علم مفاتح غیب کا کوئی نہیں جانتا ان کو بجز اللہ تعالیٰ کے"۔ حدیث میں اس کو مفاتیح الغیب فرمایا گیا ہے، مَفاتح اور مَفاتیح مِفتاح کی جمع ہے، کنجی یا چابی کو کہتے ہیں، جس سے قفل کھلتے ہیں۔۔۔ مراد اس سے اصول الغیب ہیں، جن سے معلومات غیب کھلتے ہیں۔

مسئلۂ علم غیب اس مسئلہ کی تفصیل بقدر ضرورت سورۃ نمل کی آیت قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ، کے تحت میں گزر چکی ہے۔

اس آیت میں مطلقاً علم غیب کا حق تعالیٰ کے لئے مخصوص ہونا صراحۃً بیان فرمایا گیا ہے اور یہی پوری اُمت کا عقیدہ سلفاً و خلفاً رہا ہے۔ آیت زیر بحث میں جو صرف پانچ چیزوں کو خصوصیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ ان کا علم کسی مخلوق کو نہیں، صرف اللہ تعالیٰ ہی ان کو جانتا ہے، یہ کوئی تخصیص کے لئے نہیں، ورنہ سورۃ نمل کی آیت سے تضاد ہو جائیگا بلکہ ان پانچ چیزوں کا خاص اہتمام بتلانے کے لئے یہاں ان کا ذکر فرمایا ہے۔

اور وجہ تخصیص و اہتمام کی یہ ہے کہ عام طور پر جن غیب کی چیزوں کو انسان معلوم کرنے کا شائق ہوتا ہے وہ یہی پانچ چیزیں ہیں، نیز علم غیب کا دعویٰ کرنے والے نجومی وغیرہ جن چیزوں کی خبریں لوگوں کو بتا کر اپنا عالم الغیب ہونا ثابت کرتے ہیں وہ یہی پانچ چیزیں ہیں۔ اور بعض روایات میں ہے کہ کسی شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انہی پانچ چیزوں کے متعلق دریافت کیا تھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی جن میں ان پانچوں کے علم کا اللہ تعالیٰ

کے ساتھ مخصوص ہونا بیان فرمایا گیا ہے۔ (روح)

اور حدیث میں جو بروایت ابن عمرؓ وابن مسعودؓ یہ ارشاد آیا ہے کہ أُوْتِيْتُ مَفَاتِيْحَ كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا الْخَمْسَ (اخرجه الامام احمد، ابن کثیر) اس میں لفظ أُوْتِيْتُ نے خود یہ بات واضح کر دی کہ ان پانچ چیزوں کے علاوہ جن غائبات کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور وحی دیا گیا تھا، اس لئے وہ علم غیب کی تعریف میں شامل نہیں، کیونکہ انبیاء علیہم السلام کو بذریعہ وحی ــــــ اور اولیاء کو بذریعہ الہام جو غیب کی چیزوں کی خبریں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیدی جاتی ہیں وہ حقیقت کے اعتبار سے علم غیب نہیں، جس کی بناء پر ان کو عالم الغیب کہا جاسکے بلکہ وہ أَنْبَاءُ الْغَيْبِ یعنی غیب کی خبریں ہیں۔ اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے اور جتنا چاہتا ہے اپنے فرشتوں اور رسولوں اور مقبول بندوں کو عطا فرما دیتا ہے۔ قرآن کریم میں ان کو أَنْبَاءُ الْغَيْبِ فرمایا گیا ہے مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَا إِلَيْكَ۔

اس لئے مطلب حدیث کا یہ ہے کہ ان پانچ چیزوں کو تو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے ساتھ ایسا مخصوص فرمایا ہے کہ بطور انباء غیب کے بھی فرشتے اور رسول کو اس کا علم نہیں دیا گیا، اس کے علاوہ دوسری مغیبات کا علم بہت کچھ انبیاء علیہم السلام کو بذریعہ وحی دیدیا جاتا ہے۔

اس تقریر سے بھی ایک اور وجہ ان پانچ چیزوں کے خصوصی ذکر کی معلوم ہوگئی۔

ایک شبہ اور جواب مذکورہ آیت سے یہ ثابت ہوا کہ مطلق علم غیب جو حق تعالیٰ کی خصوصیت ہے اس میں بھی خاص طور سے پانچ مذکورہ چیزیں ایسی ہیں کہ ان کا علم کسی پیغمبر کو بذریعہ وحی بھی نہیں دیا جاتا، اس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ چیزیں کسی کو کبھی معلوم نہ ہوں، حالانکہ امت کے بہت سے اولیاء اللہ سے ایسے بے شمار واقعات منقول ہیں کہ انھوں نے کہیں بارش کی خبر دی یا کسی حمل کے متعلق کوئی خبر دی، کسی کے متعلق آئندہ کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی خبر دی، کسی کے مرنے کی جگہ متعین کر کے بتلا دی، اور پھر یہ پیشگوئی مشاہدہ سے صحیح بھی ثابت ہوئی۔

اسی طرح بعض نجومی یا جفر و رمل وغیرہ کا فن جاننے والے ان چیزوں کے متعلق بعض خبریں دیدیتے ہیں، اور بعض اوقات وہ صحیح بھی ہو جاتی ہیں، تو پھر ان پانچ چیزوں کی خصوصیت علم الٰہی کے ساتھ کس طرح رہی۔

اس کا ایک جواب تو وہی ہے جو سورۃ نمل میں تفصیل سے آچکا ہے، اور اختصاراً

کے ساتھ اوپر مذکور ہوا ہے کہ علمِ غیب درحقیقت اس علم کو کہا جاتا ہے جو سبب طبعی کے واسطہ سے نہ ہو، بلا واسطہ خود بخود ہو، یہ چیزیں انبیاء علیہم السلام کو بذریعہ وحی اور اولیاء کو بذریعہ الہام اور نجومیوں وغیرہ کو اپنے حسابات و اسباب طبعیہ کے ذریعہ حاصل ہو جائیں تو وہ علمِ غیب نہیں بلکہ انباء الغیب ہیں، جو کسی جزئی و شخصی معاملہ میں کسی مخلوق کو حاصل ہو جانا آیتِ مذکورہ کے منافی نہیں۔ کیونکہ اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ ان پانچ چیزوں کا کلی علم جو تمام مخلوقات اور تمام حالات پر حاوی ہو وہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو بذریعہ وحی یا الہام نہیں دیا، کسی ایک آدھ واقعہ میں کوئی جزئی علم بذریعہ الہام حاصل ہو جانا اس کے منافی نہیں۔

اس کے علاوہ علم سے مرادِ علم قطعی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں، الہام کے ذریعہ جو علم کسی ولی کو حاصل ہوتا ہے وہ قطعی نہیں ہوتا، اس میں مغالطوں کے بہت احتمالات رہتے ہیں، اور نجومیوں وغیرہ کی خبروں میں تو روزمرہ مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ دس جھوٹ میں ایک صحیح کا بھی تناسب نہیں ہوتا، اس کو علم قطعی کیسے کہہ سکتے ہیں۔

مسئلہ علم غیب کے متعلق ایک فائدہ مہمہ

استاذ محترم شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ نے اپنے فوائد تفسیر میں ایک مختصر جامع بات فرمائی ہے، جس سے مذکورہ قسم کے سب اشکالات ختم ہو جاتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ غیب کی دو قسمیں ہیں، ایک احکام غیبیہ ہیں جیسے احکامِ شرائع جن میں اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا علم بھی داخل ہے جس کو علمِ عقائد کہا جاتا ہے، اور وہ تمام احکامِ شرعیہ بھی جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کون سے کام پسند ہیں کون سے ناپسند، یہ سب چیزیں غیب ہی کی ہیں۔

دوسری قسم اکوانِ غیبیہ یعنی دنیا میں پیش آنے والے واقعات کا علم۔ پہلی قسم کے غائبات کا علم حق تعالیٰ نے اپنے انبیاء و رسل کو عطا فرمایا ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں اس طرح آیا ہے فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتے بجز اس رسول کے جس کو اللہ تعالیٰ اس کام کے لئے پسند فرما لیں۔

اور دوسری قسم یعنی اکوانِ غیبیہ، ان کا علمِ کلی تو حق تعالیٰ کسی کو عطا نہیں فرماتے وہ بالکل ذاتِ حق کے ساتھ مخصوص ہے، مگر علم جزئی خاص خاص واقعات کا جب چاہتا ہے جس قدر چاہتا ہے عطا فرما دیتا ہے۔ اس طرح اصل علم غیب تو سب کا سب حق تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے، پھر وہ اپنے علم غیب میں سے احکامِ غیب کا علم تو عادۃً انبیاء علیہم السلام کو بذریعہ وحی بتلاتے ہی ہیں، اور یہی علم ان کی بعثت کا مقصد ہے۔

اکوانِ غیب کا علم جزئی بھی انبیاء و اولیاء کو بذریعہ وحی یا الہام جس قدر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے عطا فرما دیتا ہے، جو منجانب اللہ عطا کیا ہوا علم ہے۔ اس کو حقیقی معنی کے اعتبار سے علم الغیب نہیں کہا جا سکتا، بلکہ غیب کی خبریں (انباء الغیب) کہا جاتا ہے۔

فوائد متعلقہ الفاظِ آیت

اس آیت میں پانچ چیزوں کے علم کا حق تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہونا ایک خاص اہتمام کے ساتھ بیان کرنا مقصود ہے، جس کا ظاہری تقاضا یہ تھا کہ ایک ہی عنوان سے پانچ چیزوں کو شمار کرا کر کہہ دیا جاتا کہ ان کا علم اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے کسی مخلوق کو ان کا علم نہیں دیا گیا۔ مگر آیت مذکورہ میں ایسا نہیں کیا گیا، بلکہ ابتدائی تین چیزوں کے علم کو تو مثبت طور پر اللہ کے لئے خاص ہونے کا ذکر فرمایا اور دو چیزوں میں غیر اللہ سے علم کی نفی فرمائی۔ اور پہلی تین چیزوں میں بھی علم ساعت یعنی قیامت کا ذکر تو اس طرح فرمایا کہ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ، یعنی اللہ ہی کے پاس ہے علم قیامت کا۔

اور دوسری چیز کا ذکر عنوان بدل کر جملہ فعلیہ میں اس طرح ذکر فرمایا وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ، یعنی اللہ تعالیٰ اتارتا ہے بارش، اس میں بارش کے علم کا ذکر ہی نہیں، بلکہ اس میں اتارنے کا ذکر ہے تیسری چیز کا ذکر پھر عنوان بدل کر اس طرح فرمایا کہ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ، اس تغیر عنوان کو بلاغت کلام کا ایک تفنن بھی کہا جا سکتا ہے اور غور کرنے سے اس میں کچھ اور حکمتیں بھی معلوم ہوتی ہیں، جو بیان القرآن میں حضرتؒ نے بیان فرمائی ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ آخری دو چیزیں یعنی آئندہ کل میں انسان کیا کمائے گا، اور یہ کہ وہ کس زمین میں مرے گا خود انسان کی ذات کے متعلق حالات ہیں ان میں احتمال ہو سکتا تھا کہ انسان ان کا علم حاصل کر لے اس لئے ان دونوں میں خصوصیت سے غیر اللہ کے علم کو منفی کر کے بیان فرمایا گیا، جس سے پہلی تین چیزوں کا علم غیر اللہ کے لئے نہ ہونا بدرجۂ اولیٰ ثابت ہو گیا کہ جب انسان خود اپنے اعمال و مکاسب کو اور ان کی انتہا یعنی موت اور اس کی جگہ نہیں جانتا تو آسمان اور نزولِ مطر اور شکمِ مادر کی اندھیریوں میں مخفی چیز کو کیا جانے گا؟ اور آخری چیز میں صرف مکانِ موت کا علم انسان کو نہ ہونا بیان فرمایا ہے حالانکہ مکانِ موت کی طرح زمانِ موت بھی انسان کے علم میں نہیں ہوتا۔ وجہ یہ ہے کہ مکانِ موت اگرچہ متعین طور پر معلوم نہ ہو مگر ظاہری حالات کے اعتبار سے انسان کچھ سمجھ سکتا ہے، کہ جہاں رہتا سہتا ہے وہیں مرے گا اور کم از کم وہ مکان جس میں اس کو مرنا ہے دنیا میں موجود تو ہے بخلاف زمانِ موت کے جو زمانہ مستقبل ہے ابھی وجود میں بھی نہیں آیا، تو جو شخص مکانِ موت کو موجود بالفعل ہونے کے باوجود نہیں جان سکتا، اس کے متعلق

یہ تصور کیسے کیا جائے کہ زمانِ موت جس کا اس وقت وجود ہی نہیں اس کو جان لے۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہاں ایک چیز کی نفی سے خود بخود دوسری چیزوں کی نفی بدرجۂ اولیٰ معلوم ہوجاتی ہے۔ اس لئے ان دونوں کو منفی عنوان سے بیان فرمایا۔ اور پہلی تین چیزیں تو انسانی دسترس سے ظاہر حالات میں خود ہی خارج ہیں، ان میں انسان کے علم کا دخل نہ ہونا واضح ہے۔ اس لئے ان میں مثبت عنوان اختیار کر کے ان کا اختصاص حق تعالیٰ کے ساتھ بیان کر دیا گیا۔

اور ان میں سے پہلے جملے کو جملۂ اسمیہ سے اور بعد کے دونوں جملوں کو فعلیہ کے عنوان سے ذکر کرنے میں شاید یہ حکمت ہے کہ قیامت تو ایک امرِ متعین ہے اس میں تجدد نہیں بخلاف نزولِ مطر اور حمل کے کہ ان کے حالات میں تجدد ہوتا رہتا ہے، اور جملۂ فعلیہ تجدد پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے ان دونوں میں وہ استعمال کیا گیا، اور ان دونوں میں بھی حمل کے حالات میں تو علم الٰہی کا ذکر فرمایا وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ، اور نزولِ بارش میں علم کا ذکر ہی نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ یہاں بارش نازل کرنے کا ذکر کر کے ضمناً یہ بھی بتلا دیا کہ بارش جس سے انسان کے ہزاروں منافع وابستہ ہیں وہ اللہ ہی کے کرنے سے آتی ہے، اور کسی کے تصرف میں نہیں، اور اس کا علمی اختصاص تو سیاقِ کلام ہی سے ثابت ہوجاتا ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

تمّت

سورۃ لقمٰن بحمد اللہ سبحانہ
فی ۵ ذی الحجۃ ۱۳۹۱ھ یوم الاثنین

سُوْرَةُ السَّجْدَةِ

سُوْرَةُ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ سجدہ مکہ میں نازل ہوئی اس کی تیس آیتیں ہیں اور تین رکوع۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الٓمّٓ ① تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ②

اُتارنا کتاب کا اس میں کچھ دھوکا نہیں پروردگارِ عالم کی طرف سے ہے

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا

کیا کہتے ہیں کہ یہ جھوٹ باندھ لایا ہے؟ کوئی نہیں وہ ٹھیک ہے تیرے رب کی طرف سے تاکہ تو ڈر سنا دے ان لوگوں

مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ③

کو جن کے پاس نہیں آیا کوئی ڈرانے والا تجھ سے پہلے تاکہ وہ راہ پر آئیں۔

خلاصۂ تفسیر

الٓمّٓ (اس کے معنی اللہ کو معلوم ہیں) یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے، (اور) اس میں کچھ شبہ نہیں (اور) یہ رب العالمین کی طرف سے ہے (جیسا کہ اس کتاب کا اعجاز خود اس کی دلیل ہے) کیا یہ (منکر لوگ یوں) کہتے ہیں کہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ اپنے دل سے بنا لیا ہے (یعنی یہ کہنا محض لغو اور جھوٹ ہے یہ بنایا ہوا نہیں) بلکہ یہ سچی کتاب ہے آپ کے رب کی طرف سے (آئی ہے) تاکہ آپ (اس کے ذریعہ سے) ایسے لوگوں کو (عذابِ الٰہی سے) ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا تاکہ وہ لوگ راہ پر آجائیں۔